فون نمبر: 5863260 5862956 | مدیر: چوہدری ریاض احمد | نائب مدیر: حامد رحمٰن | رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
Email: centralanjuman@yahoo.com | قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 101 | 5 شوال تا 3 ذیعقد 1435 ہجری کیم اگست تا 31 اگست 2014ء | شمارہ نمبر 15-16

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

پاکستان اور مسلمان آج بھی دنیا پر غالب آسکتے ہیں

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ ایک نہایت ہی قیمتی مشورہ دیا ہے جو قوموں کی زندگی اور بقاء کا ضامن ہے اور جس کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے پاکستان کے توحید پرست بھارت کے مشرکین کی سازشوں کا شکار بن گئے ہیں، آپ فرماتے ہیں: ''جس قدر باتیں اوپر لکھی گئی ہیں ان سب کا اثر زیادہ سے زیادہ اس قدر ہے کہ مسلمانوں کی کھوئی ہوئی شوکت واپس مل جائے، خلافت کا استحکام ہو جائے، جہاں جہاں مسلمان موجود ہیں وہ اپنے حقوق کو پالیں لیکن اگر ہم اپنی نظر کو اس حد تک محدود کرلیں تو گویا قرآن حکیم کے ارشاد کی اور خدائی وعدوں کی ہم نے کوئی قدر نہ کی کیونکہ ہمارے لئے تو یہ وعدہ ہے کہ یہ دین کل ادیان پر غالب آئے گا۔ آیا اس کے لئے بھی کوئی کوشش مسلمانوں کو کرنی چاہیے یا نہیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ یہ سب طریق اپنی قوم کو دوسروں کے حملوں سے بچانے کے ہیں۔ آیا کوئی طریق ان پر سے حملہ کرنے کا بھی ہے یا نہیں۔ جو قوم صرف اس بات پر اتر آتی ہے کہ اپنی ہی حفاظت کرتی رہے اور دشمن پر حملہ کرنے کی کوئی فکر نہیں کرتی، اس کی ہمت اور طاقت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے''
اس سلسلے میں آپ نے جو ہتھیار دیا اور جس سے پاکستان اور مسلمان آج بھی دشمنوں پر غالب آسکتے ہیں اور وہ ہتھیار اسلام کا عالمگیر پیغام حریّت، اخوت اور مساوات ہے۔ جس کی وجہ سے دشمن کے گھر (ملک میں) بسے ہوئے مقہور و مظلوم لوگ اسلام کی آغوش میں پناہ لیں گے اور مسلمانوں کے لئے قوت کا موجب ہوں گے چنانچہ آپ لکھتے ہیں ''اگر اسلام صلح کے مترادف ہے، اگر قومیت اور ملک کی قیدوں اور روکوں کو دور کر کے نسل انسانی میں مساوات پیدا کرتا ہے تو کیا یہ دنیا کے لئے عظیم الشان رحمت نہیں، تو کیا ضروری نہیں کہ اسلام کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کی کوشش کی جائے تا جس طرح ہم ایک ملک کے اندر اور ایک قوم کے افراد بھائی بھائی بن کر رہ سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے فوائد میں معاون ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کل نسل انسانی بھائی بھائی بن جائے۔ نسل انسانی سے فرداً فرداً بہتری اسلام کے اصولِ توحید میں ہے اور بحیثیت مجموعی اس کی بہتری مساوات نسل انسانی میں ہے اور یہی اسلام کے دو اصل الاصول ہیں'' (ماخوذ از: پیغام صلح ۱۶ر اگست ۱۹۴۷ء)

ہدیہ تبریک

بہ تقریب سعید قیام پاکستان

احمدیہ انجمن لاہور کی طرف سے

(۱): میں سب سے پہلے قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جن کے خدا پر بھروسہ اور دن رات کی ان تھک کوششوں سے، جن کے عزم اور استقلال سے جن کی دُور بینی سے، جن کی بے نفسی سے، جن کی زبردست قوت مقابلہ سے، جن کی وسعت قلبی سے آج مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان نعمت سے متمتع کیا کہ انہیں ہندوستان کے ایک حصہ پر حکومت عطا فرمائی۔ اے خدا تو ہم سب کو یہ توفیق عطا فرما کہ ہم تیری اس نعمت کو لئے ہوئے تیرے شکر گذار بندے بنیں اور ہمارے سر عاجزی سے تیرے در پر جھکے رہیں۔ مسلمان دوسروں پر حکومت کریں تو خدا کے عاجز بندے بن کر کریں۔

(۲): میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان سب مسلمانوں کی خدمت میں، ان کے عوام اور رؤسا کی خدمت میں جن کی قربانیوں سے پاکستان بنا بالخصوص ان عوام کی خدمت میں جن کی قربانیوں میں کسی قسم کی اغراض نفسانی کی ملاوٹ نہ تھی جو قربانیاں کرنے میں آگے تھے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں پیچھے ہوں گے۔ ان میں سب سے بڑی قربانی وہ ہے جس نے مسلمان قوم کے اندر اتحاد پیدا کیا اور ان سب سے اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس اتحاد کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھے اور اس میں ترقی دے، ہمارے دلوں میں کلمہ گوؤں کے ساتھ کسی قسم کا حسد اور کینہ باقی نہ رہے اور ان مسلمان بھائیوں کو بھی جو ابھی تک اتحاد میں شامل نہیں ہوئے یہ سمجھ عطا فرما کہ ان کی قوت کا راز اتحاد میں ہے اور ٹکڑے ٹکڑے بن کر ان میں سے آج کسی کو عزت بھی مل جائے تو کل کو وہ سب ذلیل ہوں گے خود وہ بھی ذلیل ہوگا۔

(۳): میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان غیر معلوم مسلمانوں کی خدمت میں جن کی راتوں کی دعائیں اور بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور نصرت کو لانے کا ذریعہ بنی ہے اور جن کی کوششوں سے خدا کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے۔

(۴): بالآخر میں دعائے مغفرت وترقی درجات کرتا ہوں ان بزرگوں کے لئے جنہوں نے اس ملک میں تبلیغ اسلام کا وہ بیج بویا جس کا پھل آج ہم پاکستان کے رنگ میں کھا رہے ہیں۔ اگر ان بزرگوں نے یہ بنیاد نہ رکھی ہوتی تو آج نہ صرف پاکستان ہی ہمارے وہم میں نہ آ سکتا تھا بلکہ ہم سے کروڑہا انسان شرک اور بُت پرستی کی ظلمت میں مبتلا ہوتے۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ مسلمان بھائی یہ دعا کریں کہ خدا ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے جن کے سینوں میں یہ تڑپ تھی کہ وہ اس زمین کو خدا کے نور سے روشنی کر دیں اور خدا کا آخری پیغام قرآن تمام لوگوں تک پہنچا دیں تا کہ ہم آنے والی نسلوں کے لئے وہی ورثہ چھوڑیں جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا جس طرح آج ان کی محنت اور قربانیوں کی بدولت ہم پاکستان بنا رہے ہیں۔ ہماری محنت اور قربانیوں کی بنیاد پر وہ سارے ہندوستان کو ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کو ایسا پاکستان بنا دیں جس میں بندوں کا تعلق اپنے خدا سے قائم ہو اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر رحم ہو۔ مسلمان پر بھی اور غیر مسلم پر بھی اور ظلم وفساد دنیا سے مٹ کر ساری نسل انسانی ایک کنبہ کی طرح رہے۔

(۵): اور بالآخر یہ دعا کرتا ہوں کہ اے خدا تو نے اگر ہمیں حکومت دی ہے تو خدمت خلق کی تڑپ بھی عطا فرما اور ہمیں ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما جنہوں نے بادشاہ ہو کر فقیرانہ زندگیاں بسر کیں اور اپنے آپ کو اپنی رعایا کا حاکم نہیں ان کا خادم سمجھا اور ان کی خدمت کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں اپنی عزت سمجھی۔ تو اس اسلامی حکومت کو ایک ایسا نمونہ بنا جس سے دنیا کی دوسری حکومتیں عدل وانصاف کا، رواداری کا، دیانت اور امانت کا مخلوق خدا کی خدمت کا سبق سیکھیں۔ تو اس کے اعمال کو بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے کو یہ توفیق عطا فرما کہ ان کے سر تیرے احکام پر جھکے رہیں اور ان کے دل مخلوق خدا پر رحم سے بھرے رہیں۔

محمد علی (امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ ۱۳ رمضان المبارک)

خطبہ جمعتہ الوداع

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 26 جولائی 2014ء، بمقام جامع دارالسلام لاہور

''اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تونے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے''۔ آمین

''اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں۔ یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے اُن کو دیا خرچ کرتے ہیں۔ اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اُتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱تا۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ دعائیہ الفاظ ہیں جو قرآن کریم کی ہر سورۃ میں ماسوائے سورۃ التوبہ کے آتے ہیں۔ اس دعا کے مفہوم کو یوں سمجھ لیجئے کہ اللہ کے نام سے شروع کرنے کی دعا ہے کہ جس نے ہمیں اپنی رحمانیت کی وجہ سے ہمارے جسموں اور روحوں کے لئے ان گنت نعمتیں عطا کیں۔ اسی سے ہم اس کی رحیمیت چاہتے ہیں کہ وہ اپنی نعمتوں کو بہترین طور پر استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ رب العالمین جس کی ہم عبادت کرتے ہیں جب ہم اُس مالک یوم الدین کے سامنے کھڑے ہوں تو وہ ہم پر رحم فرمائے اور ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ آمین

آج کا دن نہایت ہی مبارک ہے کیونکہ یہ رمضان کے ایام کا آخری جمعہ یعنی جمعتہ الوداع ہے۔ اس مسجد میں جہاں تراویح باقاعدہ طور پر پڑھائی گئیں اور آج یہاں ختم القرآن بھی ہوگا اور ممکنہ ''لیلتہ القدر'' کی رات کی عبادات بھی آج ہوں گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ تمام دعائیں اور عبادات جو اس ماہ میں سب لوگوں نے کیں ان کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

رمضان کی اہمیت

اس ماہِ مبارک کی اہمیت یوں ہے کہ اس میں قرآن کا نزول ہوا اور وہ ہماری ہدایت کا موجب بنا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس سال، اس ماہ کو ہمارے نصیب میں رکھا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے بہت ہی قریبی آج ہم میں موجود نہیں ہیں جن کو ہم اپنے درمیان دیکھنے کے عادی ہو چکے تھے۔ آج بھی جب اُن کی جگہ کو خالی پاتے ہیں تو ان کی جدائی کا احساس برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں کہ انہوں نے جتنی نیکیاں کمائیں ان کا اجر اللہ تعالیٰ اگلے جہاں میں ان کو عطا فرمائے اور پیچھے رہ جانے والوں کو صبر عطا فرمائے۔ آمین

اس ماہ کی اہمیت یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبدیت کے لئے

بنایا اور یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں عبدیت کا مکمل پریکٹیکل کرنے کا ہمیں وہ موقع عطا فرماتا ہے۔ سارا سال کوتاہیاں کرنے والے بھی اس ماہِ مبارک میں دل سے روزے کی نیت کر لیتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عبدیت اور اس کی قربت کا اظہار اور تقویٰ کو حاصل کرنے کی مزید کوشش کرتے ہیں تا کہ وہ **خدا جو ہمارے قریب ہے قریب تر ہو جائے اور جو ہمارے قریب تر ہے وہ قریب ترین ہو جائے۔** کچھ لوگ ہم میں سے خوش قسمت ہیں کہ وہ اعتکاف کا بابرکت فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دعاؤں کو بھی قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

قارئین کرام! ان دنوں میں ہم نے اپنے اوپر کھانے پینے کی پابندیوں کے علاوہ بہت سی چیزوں سے پرہیز کیا ہوا ہے جو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتی ہیں۔ اور اُن تمام چیزوں پر عمل کرنے کی جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اپنی اپنی طاقت کے مطابق ان پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یہ صرف اور صرف اس لئے کر رہے ہیں کہ اس کی خوشنودی ہمیں حاصل ہو جائے۔ یہ کسی دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کے لئے ہم یہ سب عبادات کر رہے ہیں اور اس کی رحمت چاہتے ہوئے اور اس کی مغفرت چاہتے ہوئے اور اس آگ کے عذاب سے جو اُس نے غلط راہوں پر چلنے والوں کے لئے تیار کر رکھی ہے اس سے بچنے کے لئے ہم یہ عبادات کر رہے ہیں اور یہی دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی عبدیت ہے جو آج کل ہم نے اختیار کر رکھی ہے اور یہی تقویٰ ہے۔

جب ہم ان تمام چیزوں سے اجتناب کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہیں اور ان تمام چیزوں پر عمل کرتے ہیں جو اللہ کو پسند ہیں تو حقیقت میں ہم نے تقویٰ اور عبدیت کی راہ اختیار کر لی اور ہم صراط المستقیم پر بھی چل پڑے اور یہی رمضان کا مقصد ہے۔ رمضان کے ذریعہ اللہ نے ہمیں موقع عطا فرمایا کہ ہم متقی بن سکیں۔ اس کی قربت حاصل کر سکیں۔ اس کے عبد بن سکیں اور اس کے رنگ میں رنگین ہو سکیں۔

انسان کی تخلیق کا مقصد

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

''میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں'' (سورۃ الذٰریٰت 56:51)

قارئین کرام! تو ان عبادات کو صرف رمضان ہی میں تصور نہ کریں بلکہ یاد رکھیں شب و روز عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق کی ہے اور جو باقی مخلوقات ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی لئے بنایا ہے۔ ہم چھوٹی سی چھوٹی چیز کو لے لیں مثلاً شہد کی مکھی، تو وہ بھی ایک قسم کی عبادت میں مشغول رہتی ہے۔ جب وہ پہاڑوں میں جاتی ہے، پھولوں کے رس لاتی ہے اور ان سے اپنے گھر بناتی ہے اور پھر ہمیں شہد دیتی ہے۔ اس کے لئے یہ عبادت مقرر کر دی گئی۔ لیکن **انسان اشرف المخلوقات ہے اس سے بڑی عبادت کی توقع ہے۔ اور پھر اس کو آزادی دے دی کہ جیسے مرضی کرو لیکن اصول بتا دیا کہ اچھائی اور برائی کا حساب ہونا ہے۔** اللہ کی پیروی کریں گے تو انعامات ہیں اور اگر اُن کے خلاف جائیں گے تو اللہ کا قہر اور غصہ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہم روزانہ جہاں صراط الذین انعمت علیھم مانگتے ہیں وہاں غیر المغضوب علیھم و لا الضالین کی راہوں سے بھی اپنی پناہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں۔

قارئین کرام! خدا تعالیٰ نے مقصد بتا دیا کہ اس نے جن اور انسان کو کیوں پیدا کیا صرف اور صرف اس کی عبادت کے لئے۔ اور پہلا حکم جو قرآن کریم نے صادر کیا وہ یہ ہے کہ: **''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو'' (سورۃ البقرہ۲۔ آیت ۲۱)** عبادت کو صرف نمازیں پڑھنے تک تصور نہ کر لینا چاہیے بلکہ ہر وقت عبادت کا عمل جاری رہنا چاہیے۔ اگر انسان اٹھتے بیٹھتے دن اچھا گزارے تو وہ جب رات کو سوتا ہے خود اللہ تعالیٰ اس کا سونا بھی عبادت قرار دے دیتا ہے۔ **جس نے نیکی میں دن گزارا اور نیند حاوی ہونے کے بعد**

وہ عمل نہیں کرسکا جس کو ہم نیکی کہتے ہیں تو پھر اس کی نیند بھی ایک عبادت بن جاتی ہیں۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین

ہم نماز میں کھڑے ہوتے ہیں۔ ہر رکعت میں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور کہتے ہیں ایاک نعبد و ایاک نستعین (**ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں**) لیکن بدقسمتی ہے کہ نماز میں بھی ہمارے خیالات سیروں پر نکل جاتے ہیں۔ نہ ہم اس کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں اور نہ اس سے مدد مانگنے کے خیالات ہمارے دل میں آرہے ہوتے ہیں بلکہ ہم یہ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ نماز کے بعد ہم نے فلاں افسر کو خوش کرنا ہے۔ **ایاک نعبد و ایاک نستعین اتنے طاقتور الفاظ ہیں کہ اس سے شیطان کے حوصلے بھی پست ہوجاتے ہیں**۔ ان کو ورد بنانا چاہیے اور روح اور دل سے یہ الفاظ ادا ہوں کہ **ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تاکہ ہم یہ عبدیت اختیار کرسکیں اور ہمیں اھدنا الصراط المستقیم یعنی وہ راستہ دکھا جس کی وجہ سے یہ ممکن ہوجائے اور اس پر ڈٹے رہنے کے لئے تو ہمیں استقامت دے**۔ یہ ہم روزانہ خدا کے سامنے ہر رکعت میں کہتے ہیں اور پھر بھول جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ کو بار بار پڑھنا ہے اور اس کے بغیر نماز ممکن نہیں۔ **اور جب ہم اللہ تعالیٰ سے ہی صراط المستقیم اور اس کے انعام کے راستے مانگتے رہیں تو پھر ان لوگوں پر جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ان کی راہوں کو بھی اختیار کرنا ضروری ہوجاتا ہے**۔ ہم کسی چیز پر درجہ نہیں پاسکتے جب تک ہم اس پر عملاً محنت سے آگے آگے بڑھنے کی جستجو میں نہ لگے رہیں۔ تو یہ سیدھی راہ جب ہم نے اختیار کرلی تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ہماری مدد فرماتے ہیں کہ ہم آگے پہنچیں اور اس ہستی کو جو موجود ہے اس کو پالیں۔

ایمان بالغیب

ہم اکثر بھول جاتے ہیں کہ **اللہ پر ایمان لانا گو غیب ہستی پر ایمان لانا ہے لیکن وہ ہستی موجود ہے**۔ ہم اس کو دیکھ نہیں پاتے لیکن **ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ وہ زندہ ہے اور ہمیں دیکھ رہا ہے**۔ ہم اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اس کو دیکھ نہیں پا رہے۔ ہم یہ مت بھولیں کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے وجود کو دکھلاتا ہے جب اس کی صحیح راہ اختیار کی جاتی ہے تو اس کی آواز ہم سنتے ہیں۔ اگر ہم بہرے ہیں، اندھے ہیں تو اس کی طرف سے نہیں بلکہ ہماری طرف سے کوتاہی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں یقین دہانی کروائی ہے۔ ہم ہی ہیں جو اس کو آسمانوں کی دوریوں میں ڈھونڈتے ہیں اور اتنی دوریوں میں دیکھتے ہیں کہ نظر ہی نہیں آتا اور وہ کہتا ہے کہ **میں تمہاری شہ رگ کے قریب ہوں**۔ میں آپ کے دل میں جگہ بناتا ہوں اور ہم اس کو صرف اور صرف دور تصور کرتے ہیں۔ یہودی خدا تعالیٰ کو چھ سمتوں (شمال، جنوب، مغرب، مشرق، اوپر، نیچے یعنی ہر طرف) میں تصور کرتے ہیں اس لئے ان کے ستارے کا نشان چھ کونہ ہوتا ہے۔ لیکن مسلمان جہاں یہ تصور کرے کہ وہ چھ اطراف میں ہے تو ساتویں سمت مومن کا دل ہے اس کے اندر بھی اللہ بستا ہے اور **وہ ہستی جو کائنات میں نہیں سماتی وہ جب بندے سے خوش ہوجاتی ہے تو وہ اس کے دل میں سما جاتی ہے**۔ اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں" (سورۃ البقرہ ۲۔ آیت ۱۸۶) ہم یہ سوچتے رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری دعا قبول نہیں کررہا بلکہ خدا تعالیٰ ہر ایک کی دعا قبول کرتا ہے۔ اس کے لئے بھی اپنے اپنے دلوں کو ٹٹولنا پڑے گا کہ ہم کیسی دعا کر رہے ہیں؟ ہم کیسی بندگی کر رہے ہیں،؟ ہم کیسے مانگ رہے ہیں؟ کیونکہ قبولیت کی شرائط ہیں جن میں اول یہ ہے کہ:

مکمل فرمانبرداری اور مکمل ایمان چاہیے۔ ہر مسلمان ایمان سے بھرپور نہیں ہوتا۔اس کے لئے ارادہ کرنا پڑتا ہے۔اھدنا الصراط المستقیم ایک ارادہ ہے۔**حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے اھدنا الصراط المستقیم کہہ دیا تو سمجھ لیں کہ وہ عارف بن گیا اور خدا کی کھوج میں لگ گیا۔اس نے راستہ اختیار کرلیا۔**

حضرت صاحب کی تحریرات پڑھنے کی اہمیت

حضرت مسیح موعودؑ کے ہم جتنے شکر گذار ہوں وہ کم ہے۔ بلکہ آج کل کی تمام انسانیت کو ان کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ آپ نے خدا تعالیٰ تک رسائی کی رہنمائی کی۔لیکن اُن کی شکر گذاری تو درکنار ان کو تو بدلے میں گالیاں ملتی ہیں۔

ہمارے درمیان اور حضرت صاحب کی تعلیم کے درمیان جو چیز حائل ہے وہ ان کی کتب اور ان کے پیغامات نہ پڑھنا ہے جو ہمیں نفس امارہ سے اٹھا کر نفس مطمئنہ بنانے والے پیغامات ہیں ان کو ہم نہیں پڑھتے۔

حضرت صاحب کی کتاب ''کشتی نوح'' میں لکھا ہے کہ قرآن کریم میں **700** احکامات ہیں۔اور اگر ہم نہ ان کو پڑھیں اور نہ ہی جانیں تو ہماری رسائی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ممکن نہیں ہوگی۔**قرآن اس ماہِ مبارک میں نازل ہوا ہے۔اس ماہ میں اس کے نازل ہونے کے تشکر میں ہم نے عبادات کی ہیں تو آئیں آج ہم یہ بھی عزم کرلیں کہ ہم اس ماہ سے اپنے اندر وہ تبدیلیاں بھی لائیں گے۔**

میں کہتا ہوں کہ صرف **''کشتی نوح''** ہی پڑھ لیں جس کے صفحہ نمبر 37 میں حضرت صاحب فرمارہے ہیں کہ:

''سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے 700 حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظِل تھے۔سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ'' تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔''

بچوں کو قرآن پڑھائیں

اگر ہم بھلائی کے متلاشی ہیں تو پھر قرآن کو فکر اور غور سے پڑھیں۔**بچوں کو قرآن نہ پڑھانے کے ہمارے پاس ہزار بہانے ہیں۔**مثلاً بچہ تعلیم میں لگا ہوا ہے بعد میں پڑھ لے گا اور پھر جب وہ بڑا ہوجاتا ہے تو کہتا ہے تعلیم ختم ہوئی تو پڑھوں گا۔پھر کہتا ہے کہ میں دوسرے ملک میں چلا گیا ہوں یہاں مجھے کون پڑھائے گا؟ **ہم دنیاوی ترقی کے حصول کے لئے ہر چیز اپنے بچے کے لئے ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں لیکن جب قرآن پڑھانے کا وقت آتا ہے تو کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔خود بھی پڑھیں اور پڑھ کر تدبر کریں۔**ان 700 احکامات کو ڈھونڈیں اور پھر ہم ان پر عمل کریں تو تب ہماری فلاح و نجات کا سرچشمہ قرآن بن سکتا ہے۔ جیسے قرآن حضرت صاحب کے آنے سے پہلے طاق میں پڑا ہوتا تھا آپ نے اسے ہمارے دلوں میں لا رکھا۔ لیکن افسوس کہ اس زمانہ میں ہم نے دوبارہ اس کو طاق کے حوالہ کردیا۔

آگے مزید حضرت صاحب **''کشتی نوح''** میں فرماتے ہیں:

''قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کرسکتا ہے'' آئیں یہ نسخہ بھی آزمائیں، جنہوں نے آزمایا وہ پچھتائے نہیں۔

جتنی سورۃ فاتحہ کی آیات پڑھی ہیں وہ اسی مقصد سے پڑھی ہیں کہ ہم **صرف ان آیات پر ہی عمل کرلیں بلکہ ایاک نعبد و ایاک نستعین**

ہی کافی ہے۔ ہم اسی کی عبادت کرنے لگ جائیں، ہم اسی سے مدد مانگنے لگ جائیں یعنی کہ ہم لا الہ الا اللہ پر عمل کرنے لگ جائیں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں تو انسان ایک ہفتے میں پاک ہو سکتا ہے اور اگر سورۃ البقرہ کی 5 آیات ساتھ ملا لی جائیں اور ان پر عمل کیا جائے تو اللہ کا قرب بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم ایمان بالغیب اس طرح لائیں کہ غیب والا ہمیں دیکھ رہا ہے تو کتنی چیزوں سے ہم پرہیز کریں گے جو ہم روزمرہ کے معمول میں کر رہے ہوتے ہیں۔ نماز صحیح معنوں میں قائم کریں۔ **رزق میں سے خرچ کریں۔** رزق کا مطلب صرف مال نہیں بلکہ ہر ایک اللہ کی دی ہوئی چیز رزق ہے۔ اس رزق میں سے ہر کوئی خرچ کرنے لگ جائے مثلاً اگر کوئی پڑھا سکتا ہے تو وہ پڑھائے، جہاں نیکی کی تلقین کر سکتا ہے وہ کرے۔ یہ نسخہ صرف یہ دیکھنے کے لیے کریں کہ واقعی کوئی پاکیزگی محسوس ہوتی ہے یا نہیں۔

قرآن جس پر ہم ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اس کے احکامات کو نہ توڑیں، کوئی جھوٹ نہ بولیں، کوئی غیبت نہ کریں، کوئی بری باتیں نہ کریں، جو چیزیں اللہ نے منع کی ہیں جو بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ منع کی گئی ہیں پھر وہ ہم کر دیتے ہیں ان سے پرہیز نہیں کرتے۔ آخرت پر یقین رکھیں۔ ان سب چیزوں سے ہم پرہیز کریں اور ایک ہفتہ کریں تو ایک ہفتہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور پاکیزگی عطا فرمائے گا۔

آئیں! یہ ارادہ کریں کہ عید الفطر کے بعد ہم جائزہ لیں گے کہ ہم نے کتنی نمازیں چھوڑیں، کتنی فجر کی نمازیں چھوڑیں اور کتنی تہجد کی نمازیں چھوڑیں۔

یوم القدس

آج جمعہ کے دن ''یوم القدس'' بھی منایا جا رہا ہے اور پاکستان کے جھنڈے بھی سرنگوں رہیں گے۔ لوگ جلوس بھی نکالیں گے اور یکجہتی کا اظہار بھی کریں گے۔ ہم بھی فلسطین کے لئے دکھی ہیں اور ان کے ساتھ ہم بھی اپنی یکجہتی کا اعلان کرتے ہیں اور ہمارا دکھ اسی طرح ہے جیسے ہر مسلمان کا ہونا چاہیے۔

لیکن یہ جو تمام چیزیں ہو رہی ہیں ان کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے جب اکٹھے ہونا چھوڑ دیا تو یہ حالات ہو گئے جو آج ہم دیکھ رہے ہیں اور مل کر ہم نے کبھی خیال نہیں کیا کہ کون لوگ دکھ اٹھا رہے ہیں اور کون نہیں اٹھا رہے۔ اگر ہم دوسروں کا دکھ اپنا دکھ جانتے اور قرآن کی تعلیم پر عمل کرتے تو آج یہ حالات نہ ہوتے۔ قرآن کو ہی چھوڑنے کا نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج سب سے مظلوم مسلمان ممالک ہیں۔ **توبہ کرتے ہوئے اکٹھے مل کر اُمت محمدیہؐ کے مسائل پر توجہ کرنے کا وقت ہے۔** کم از کم ہم اپنی جماعت میں اکٹھے ہو کر رہیں ورنہ وہی حشر ہوگا جو اللہ کے احکامات کی پیروی نہ کرنے والوں کا ہوا کرتا ہے۔

دعا

آج قبولیت کی اس گھڑی میں ہم فلسطین کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سرزمین کو امن عطا کرے۔ ہمارے اس ملک میں فوجی جو شہید ہو رہے ہیں جو تخریب کاری کے خلاف جہاد کر رہے ہیں ان کے لئے بھی ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ اُن کو فتح عطا فرمائے۔

افواج پاکستان کے لئے ایسے دعا کریں جیسے آپ کا اپنا کوئی عزیز جہاد میں شامل ہے۔ اپنے ملک اور اپنی جماعت کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنی حفاظت میں رکھے اور جو بیمار ہیں ان کو شفائے کاملہ عطا فرمائے اور جو فوت ہو گئے ہیں ان کے درجات کو بلند کرے۔

اللہ کرے ہم قرآن کریم کی تعلیم حاصل کریں۔ اس پر غور و فکر کریں۔ اس پر عمل کریں اور اس کی تعلیم کو نہ صرف اپنے بچوں بلکہ تمام دنیا میں پھیلائیں جو ہماری جماعت کے قیام کا مقصد ہے۔ آمین

☆☆☆☆

خطبہ جمعۃ المبارک

فرمودہ عامر عزیز الازھری

مورخہ 8 اگست 2014ء، بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: ’’دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور انہوں نے جن کو کتاب دی گئی اختلاف نہیں کیا۔ مگر اس کے پیچھے کہ ان کے پاس علم آچکا ہے آپس کی ضد سے اور جو شخص اللہ کی آیتوں کا انکار کرتا ہے تو اللہ جلد حساب لینے والا ہے‘‘

’’پھر اگر تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دے کہ میں نے اپنی توجہ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیا ہے اور انہوں نے (بھی) جو میرے پیچھے چلتے ہیں اور ان لوگوں کو جنہیں کتاب دی گئی اور اُمیوں کو کہہ دے کہ کیا تم فرمانبردار ہو، پھر اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو یقیناً انہوں نے راہ پالی اور اگر پھر جائیں تو تجھ پر پہنچانا ہی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے‘‘۔

(سورۃ آل عمران ۳۔ آیت نمبر 20-19)

ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی غرض و غایت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے مشن کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر ہم اس آیت پر غور کریں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اور وہ اٹل، قطعی اور آخری فیصلہ ہے کہ **’’اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے‘‘** اس کے علاوہ کوئی اور دین اب نہ ہی دینی، دنیاوی اور اخروی کامیابی کا ذریعہ بن سکتا ہے اور نہ ہی انسان کی روحانی ترقی کا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ’’اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے‘‘۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے بارے میں پوچھا گیا کہ دین اسلام کیا ہے؟ تو حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر لوگوں میں تھے تو آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اس کی ملاقات پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور موت کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لائے تو یہ ایمان ہے‘‘۔

پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے جو فرض کی گئی ہے اور رمضان کے روزے رکھے۔ پھر اس نے کہا احسان کیا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرے گویا تو اسے دیکھتا ہے اور اگر یہ صورت حال نہ ہو تو کم از کم یہ تیرے ذہن میں ضرور ہو کہ تو اگر اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے ضرور دیکھتا ہے۔

اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ نے اسلام کی بنیاد یہ بیان کی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، نماز قائم کریں، رمضان کے روزے رکھیں اور جو مفروضہ زکوٰۃ ہے وہ ادا کریں اور دوسری جگہ حج کا ذکر آتا ہے۔

یہ اسلام کی تعریف ایک فرد کے لئے بیان کی گئی ہے یعنی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا وہ ایک فرد کے لئے جواب دیا۔ ایک شخص اگر اسلام کو سمجھنا چاہتا ہے تو یہ چند چیزیں ہیں عملی طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، نماز کو قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا ہے۔ ایک فرد کے لئے اسلام کی سادہ تعریف یہ ہے۔

پھر اسی اسلام کو جب معاشرے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہیں تو اس وقت آپؐ فرماتے ہیں کہ: **’’مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان**

سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''یعنی معاشرے میں جب اسلام کی عملیت کی بات آتی ہے تو پھر اس وقت یہ کہا کہ اگر ایک شخص نے نماز قائم کر دی، زکوٰۃ ادا کر دی، فریضہ ادا کر دیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ہے تو اس حد تک اس نے اسلام کی شرائط کو پورا کر دیا۔ چونکہ اسلام ایک ضابطہ حیات ہے تو پھر بیان فرمایا کہ ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔ یعنی مسلمان ایک ایسا شخص جو معاشرے کے دوسرے افراد کے لئے ضرر اور تکلیف کا باعث نہ ہو۔

اگر ہر شخص اسی ایک بات کو اپنے پر فرض کر لے تو یہ ناممکن ہے کہ معاشرے میں کسی قسم کی کوئی خرابی پیدا ہوگی اور یہ جو مختلف قسم کی ہمیں کمزوریاں اور برائیاں اپنے اردگرد نظر آتی ہیں وہ ختم ہو جائیں گی۔ ہر مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو یہ آسان ترین طریقہ کار ہے جس کے ذریعہ وہ اسلام کو سمجھ سکتا ہے اور اس پر عمل کر سکتا ہے۔

جب میں نے یہ آیت پڑھی کہ: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے'' تو ایک سوال میرے ذہن میں بہت عرصے سے پیدا ہوتا رہا کہ اتنی بڑی دنیا میں جو بڑی بڑی کامیابیاں لوگوں کو حاصل ہوئی ہیں اور مختلف ممالک دنیاوی لحاظ سے ترقی کر گئے اور غیر مسلم ممالک کے افراد اور ان کے دانشوروں اور سائنسدانوں نے انسانیت کی اتنی بڑی خدمت کی ہے اور کر رہے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے تو اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ اسلام ہی صرف دین کیوں ہے؟

قرآن کے اس دعویٰ کے باوجود کامیابی دوسری طرف کیوں ہے؟ میری اس مشکل کو اللہ تعالیٰ نے یوں آسان کیا کہ ایک اخبار کے مطالعے کے دوران ایک ریسرچ میرے سامنے آئی۔ جارج واشنگٹن یونیورسٹی امریکہ میں ایک پاکستانی خاتون ڈاکٹر انٹرنیشنل بزنس کی پروفیسر ہیں اور ان کے ساتھ ایک ایرانی پروفیسر ڈاکٹر حسین عسکری ہیں۔ ان دونوں نے بہت ہی اعلیٰ اور ارفع کارنامہ سرانجام دیا ہے جس سے قرآن کریم کی اصل رُوح نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور اس آیت کا مطلب انسان کو سمجھ آجاتا ہے۔ ان دونوں پروفیسرز نے اس بارے میں کوشش کی کہ دنیا میں جو اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کی جاتی ہے کہ اس کوئی حقانیت نہیں ہے اور دین اسلام کے خلاف ہی ہر جگہ آواز اٹھتی ہے۔ اس کے بالمقابل اس کی اصل تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی جائے۔ ان دونوں پروفیسرز نے نہایت عرق ریزی سے ایک Index تیار کیا۔ اور قرآنی تعلیمات کے متعلق یہ ثابت کیا کہ اگر ایک حقیقی اسلامی معاشرہ ہو تو وہ کیسا ہونا چاہیے اور انہوں نے اس کے بارے میں اعداد و شمار اکٹھے کئے۔

شیخ محمد عبدہ (انہوں نے وفات عیسیٰؑ کا فتویٰ بھی دیا) جو بعد میں مصر میں الازھر یونیورسٹی کے انچارج بھی رہے ان کو مصر سے نکال دیا گیا۔ یہ لبنان میں کچھ عرصہ رہے اور وہاں سے فرانس چلے گئے اور جب وہ فرانس سے لوٹے تو انہوں نے یہ کہا کہ جب میں مغربی ممالک میں پہنچا تو وہاں اسلام کا بول بالا دیکھا گو مسلمان کہیں نظر نہیں آئے لیکن جب میں مشرقی ممالک میں آیا جہاں جا بجا مسلمان دیکھے لیکن اسلام کہیں نظر نہیں آیا۔

اس پس منظر میں دونوں پروفیسرز نے ایک انڈیکس تیار کیا اور اس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کوئی بھی اسلامی ملک ہو تو اس میں کیا بنیادی خصوصیات ہونی چاہئیں۔ اس بارے میں قرآن کیا کہتا ہے۔ انہوں نے قرآن کی تعلیمات جو معاشرتی، معاشی، سماجی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں ان کا انڈیکس تیار کیا کہ اس وقت موجودہ دنیا میں کون سے ممالک ہیں جن میں قرآنی تعلیمات عملی انداز میں موجود ہیں۔ بدقسمتی سے اس ریسرچ کے مطابق ایک بھی اسلامی ملک نہیں جو ان معیاروں پر پورا اترتا ہو بلکہ تمام غیر مسلم ممالک ان معیاروں کے مطابق کام کر رہے ہیں۔

ان دونوں پروفیسرز نے بنیادی طور پر چار چیزیں سامنے رکھیں کہ دین اسلام کا منبع قرآن ہے پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم و احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھر اجماع اور قیاس۔

انہوں نے اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک اسلامی معاشرے میں چار

بنیادی عناصر کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان اور اللہ کے معاملات ۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ ''تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو، نماز قائم کرو، رمضان کے روزے رکھو اور زکوٰۃ دو''۔ یہ ایک انسان کے معاملات ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ دوسرا اس کا معاشرتی نظام اور معاشرتی انصاف۔ اس بارے میں انہوں نے قرآن کی آیات سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیئے ہیں اس کے مطابق کوئی بھی معاشی نظام کیسا ہونا چاہیے۔ تیسری چیز ''انتظام حکومت اور قانونی معاملات'' چوتھی چیز ''انسانی حقوق اور اخلاقیات'' اور پانچویں چیز ''امور خارجہ اور غیر مسلموں سے تعلقات''۔

ان پروفیسرز کی تحقیق کے مطابق اسلام وہ واحد دین ہے جو صرف قانون نہیں دیتا بلکہ اس کی جزیات تک جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال انہوں نے دی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ناپ تول میں کمی نہ کرو''۔ یعنی کہ ایک Smallest Unit ایک دوکاندار ایک ریڑھی، ٹھیلے والے کو بھی قرآن مجید قانون کے دائرے کے اندر لاتا ہے۔ کسی مذہب میں ایسی تعلیم نہیں ہے۔ پھر اسی طرح کہا کہ خرید و فروخت جو کرتے ہو اس کو لکھ لیا کرو۔ اتنی باریکی کسی مذہب میں نہیں ہے۔

ان معیاروں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے انڈیکس کے مطابق جو سب سے دلچسپ چیز ہے کہ 208 ممالک میں سے وہ کونسے پندرہ ممالک ہیں جو اس وقت اسلام کی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں وہ سب غیر مسلم ممالک ہیں۔ ان میں سے سب سے پہلا نمبر ''نیوزی لینڈ'' کا ہے۔ اس ملک میں قوانین اسلام اور قرآن کے مطابق ہیں اور اس ملک میں سماجی معاشرتی قوانین قرآن کریم کے اصولوں کے مطابق وضع کیے گئے ہیں۔ دوسرے نمبر پر جو ملک آتا ہے ''لیکسم برگ'' تیسرے نمبر پر ''آئیر لینڈ'' چوتھے نمبر پر آئس لینڈ، پانچویں نمبر ''فن لینڈ''۔ چھٹے نمبر پر ''ڈنمارک''، ساتویں نمبر پر ''کینیڈا''، آٹھویں نمبر پر ''برطانیہ'' نویں نمبر پر ''آسٹریلیا''، دسویں نمبر پر ''ہالینڈ''، گیارھویں نمبر ''آسٹریا''، بارھویں نمبر پر ''ناروے''، تیرھویں نمبر ''سوئزرلینڈ''، چودھویں نمبر پر ''بیلجئم''، پندرھویں نمبر پر ''سویڈن''۔ اس سے ہی ایک عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ان ممالک کی کامیابی کی اصل وجہ اسلام اور قرآن کے زریں اصولوں پر عمل پیرا ہونا ہے۔

ان کے علاوہ اسلامی ممالک میں 38 نمبر پر واحد اسلامی ملک ملائیشیاء کا نمبر آتا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاکستان کا نمبر 147 ہے۔ سعودی عرب کا نمبر 131 ہے۔

ان پروفیسرز صاحبان کے مطابق باقی جو ممالک ہیں ان میں صرف اسلام کا نام لیا جاتا ہے وہ اپنے آپ کو اسلامی جمہوریہ کہتے ہیں لیکن ان کا کوئی سسٹم قرآن اور سنت کے مطابق نہیں۔ اس تحقیق سے اس آیت کی صداقت عیاں ہو جاتی ہے۔ یہ ممالک جن میں اسلام عملی صورت میں رائج ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس عین تعلیم کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو پھیلانا ہے مگر صرف نام کو نہیں پھیلانا۔ ہمارے اپنے بزرگ جماعت احمدیہ لاہور کے اکابرین سب پاکستان بنانے میں پیش پیش تھے۔ پاکستان بنانے کے لئے انہوں نے دن رات محنت کی۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ، ڈاکٹر سید حسین شاہ صاحب یہ سب وہ لوگ تھے جو تحریک پاکستان کے لیڈران تھے اور ان کا صرف ایک مطمع نظر تھا جو ان کی تحریرات سے بھی نظر آتا ہے کہ یہ پاکستان اسلامی ملک ہوگا یہاں پر اسلام کا قانون ہوگا۔ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق لوگ زندگی بسر کریں گے لیکن بدقسمتی سے ہمارے بزرگ سیاسی لوگ نہیں تھے وہ مذہبی اور روحانی شخصیات تھیں۔ وہ دین کے اور اسلام کے خادم تھے۔ وہ یہی سمجھتے تھے کہ پاکستان ان کے خوابوں کی تعبیر ہے اور اسلام یہاں عملی طور پر نافذ ہوگا مگر افسوس کہ یہاں سیاست اور سیاسی اسلام تو خوب پھیلا مگر عملی رنگ ندارد۔

لیکن قرآنی تعلیم کی سچائی اور اس کے پیغام کی آفاقیت تو ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ممالک پوری دنیا کا تقریباً 80% سے زیادہ حصہ ہیں جو عملی طور پر اسلام لاگو کیے ہوئے ہیں یہی ان کی کامیابی کا راز ہے۔ اس کامیابی کی بنیاد قرآن کے اصول ہیں۔

یہاں پر ایک اور نقطہ آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ:

"نہ تو کسی شخص کو ابتداء میں کوئی نقصان پہنچائے اور نہ کسی مقابلے میں کوئی نقصان پہنچایا جائے" اس زریں اصول کو سامنے رکھئے کہ کس طرح مغربی مما لک اور اقوام اس پر عمل پیرا ہیں اور کامیابی کی منزلوں کو چھورہے ہیں اور ہم اس اصول کو ترک کر کے سوائے ذلت رسوائی کے کچھ حاصل نہیں کر رہے۔ یعنی کسی انسان کا حق نہ چھینا جائے۔ پھر ایک دوسری مثال بھی دی گئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حد تک معاشرے کی اصلاح کرنے میں معمولی چیزوں کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ **آپؐ نے فرمایا: "رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں"**۔ اس بار یکی تک قانون فراہم کرتے ہیں مگر ہم ہیں کہ صرف شمع رسالت کے پروانے ہیں مگر ہمارے عمل ان کی تعلیم کے بالکل خلاف۔

اسلام وہ واحد دین ہے جس نے اس حد تک تفصیل میں جا کر لوگوں کی معاشرتی اصلاح کے لئے اور ایک فرد کی اصلاح کے لئے کام کیا یہ کسی دین میں نہیں نظر آتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں" اس کو مغرب نے عملی طور پر اختیار کر لیا مگر اسلامی مما لک میں یہ برائی انتہاء پر موجود ہے۔ ہم لوگوں نے بالکل بنیادی تعلیم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اسلام عمل کا دین ہے محض باتوں سے، زبان سے اس کے فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔

اگر ہم مسلمانوں کی حالت دیکھیں اور خاص کر اپنی جماعت کی حالت دیکھیں کہ نہ ہم نماز پڑھتے، زکوٰۃ کا وقت آتا ہے تو بینکوں سے اپنا پیسہ نکال لیتے ہیں کہ زکوٰۃ نہ کٹ جائے اور بعد میں بھی خال خال ہی ادا کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایک خوبصورت اصول بیان کیا گیا ہے کہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے وہ شفقت اور محبت پر مبنی ہے "ہم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا" اور اس کو آزادی دی بہت ساری چیزوں میں۔ وہ اس آزادی کے مطابق عمل نیک بھی کر سکتا ہے اور بُرے بھی اور قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ **"کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا"** جو سیدھے راستے پر چلے گا وہ فائدہ اٹھائے گا اور وہ نقصان اُٹھائے گا جو اس کے مطابق نہیں چلے گا۔

اسلام عمل کا نام ہے صرف عقیدہ کا نہیں۔ اگر ہم لوگ مسلمان ہو کر نماز قائم نہ کریں جو ہمارا فرض ہے تو اسلامی معاشرہ کس بات کا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور ان کو برائی سے روکنے کی بات کرتا ہے" برائی سے روکنا یہ نہیں کہ ہم ڈنڈے اٹھا کر روکیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ لوگ اچھائی بیان کریں۔ اس پر عمل کرنے والے ہوں اور برائی سے رُکنے اور اس کو چھوڑنے والے ہوں۔ ایسا بھی کسی اور مذہب نے ایسا اصول بیان نہیں کیا۔

اسی طرح معیشت اور عوام کا معاملہ ہے تو وہاں قرآن نے زکوٰۃ کا اصول بیان کر دیا۔ زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعہ سے غریب عوام کی خدمت کی جائے۔ مغربی اور ترقی یافتہ مما لک نے سوشل سیکورٹی کا نظام واضح کر لیا ہے۔ یہی اسلام کی منشاء ہے کہ تمام انسان ریاست کی دولت سے برابر فائدہ اٹھا سکیں۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غربت سے پناہ مانگنے کی دعا فرماتے تھے۔ یہ غربت بھی جرائم کو جنم دیتی ہے۔ اسلام غربت کو سوسائٹی سے ختم کرتا ہے۔ مغربی اقوام نے اس کے بارے میں سوشل سیکورٹی سسٹم بنا دیا اور ہم نے اس کے بارے میں کوئی سسٹم نہیں بنایا بلکہ زکوٰۃ کے نظام کو بھی کھیل تماشہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ قرآن مجید کا تیسرا اہم اصول جو مملکت چلانے کا ہے وہ یہ ہے کہ آپ اہل انتظامیہ منتخب کریں۔ آپ اپنی امانتوں کو اہل لوگوں کے سپرد کریں۔ یہ کامیابی بھی مغربی مما لک نے حاصل کر لی اور انہوں نے اس اصول کو پختہ پکڑ لیا ہے وہاں حکومت اہل اشخاص کے سپرد کی جاتی ہے۔ خاندان اور محض چند امراء ہی اس انتظام حکومت کے اہل نہیں سمجھے جاتے جو سال بسال تک حکمرانی کرتے اور عوام کا استیصال کرتے ہیں۔ مغربی اقوام اور خاص کر ان مما لک میں جن کا ذکر اس تحقیق میں مذکورہ پروفیسر صاحبان نے کیا ہے وہ اسلام کے اس قانون کے مطابق اپنے حکمران منتخب کرتے ہیں۔ اس سے اسلام کی آفاقیت اور خدا کا یہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ موجودہ کامیاب اقوام اور ترقی یافتہ مما لک کی ساری ترقی ان اصولوں پر قائم ہے جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے اب

ہمیں اسلام پھیلانے کے لئے نہ تو فوجوں کی ضرورت ہے اور نہ ہی لشکروں کی۔ اسلام عملی صورت میں ان ممالک میں موجود ہے جنہیں ہم غیر مسلم ممالک کہتے ہیں۔اور رسمی انداز میں ان ممالک میں موجود ہے جنہیں ہم اسلامی کہتے ہیں۔

اسی سلسلے میں حضرت مرزا صاحب نے کتاب ''التبلیغ'' میں خاص طور پر اشارہ کیا۔انہوں نے انہی تین چیزوں کی طرف خاص طور پر توجہ مبذول کروائی ہے۔جہاں تک اخلاقیات کو تبدیل کرنے کی بات کی وہ آپ کی شرائط بیعت کو دیکھ لیں وہ ایک مکمل چارٹر ہے زندگی کا۔حضرت مرزا صاحب بالکل اسی طرح فرماتے ہیں کہ ملکہ برطانیہ کی حکومت جو اس وقت مشرق و مغرب پر مشتمل تھی۔اس میں تمام مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل تھی اور اس کا انتظام بھی آج کل کے اسلامی ممالک کی نسبت بدرجہا بہتر تھا۔حضرت مرزا صاحب ملکہ برطانیہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں کہ دنیا تو اس کی بہترین ہے۔آخرت بھی سنور جائے۔ملاحظہ فرمایئے:

آپ فرماتے ہیں:

''اے بزرگ شان والی ملکہ مجھے یہ بات تعجب میں ڈالتی ہے کہ باوجود تیرے کمال فضل، کمال علم اور فراصت کے تو دین اسلام کا انکار کرتی ہے تو اس میں گہرائی کی نظر سے غور نہیں کرتی جس نظر سے تو بڑے معاملات پر غور کرتی ہے۔یقیناً تو نے اسلام کو کالی رات میں دیکھا مگر اب تو اسلام کا سورج چڑھ آیا ہے اور تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو صبح کی روشنی کی طرف نظر نہیں کرتی۔اے بزرگ ! ملکہ اللہ تیری تائید کرے، جان لے کہ **دین اسلام انوار کا مجموعہ ہے،اور یہ روحانی نہروں کا منبع اور پھلوں کا باغ ہے۔دنیا میں کوئی دین مگر وہ اسلام کا حصہ ہے۔** پس اس کی بناوٹ اور خوبصورتی اور جنت کی طرف دیکھ اور ان لوگوں میں سے ہو جا جو اس سے رزق حاصل کرتے ہیں۔بافراغت رزق اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ **یہ دین اسلام زندہ دین ہے۔برکات کو جمع کرنے والا،نشانیوں کو ظاہر کرنے والا،نیکیوں کا حکم دینے والا اور برائیوں سے روکنے والا۔اے ملکہ!یہ قرآن سینوں کو صاف کرتا اور ان میں نور بھرتا ہے۔** روحانی خوشی اور سرور دکھاتا ہے جو اس قرآن کی پیروی کرتا ہے یقیناً وہ اس نور کو پاتا ہے جو نبیوں کو ملا۔مگر وہ یہ نور صرف اُن کے دلوں میں ڈالتا ہے جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں کرتے بلکہ وہ اس کے انوار کی طرف رغبت رکھتے ہوئے آتے ہیں۔۔۔۔۔۔

اے ملکہ! تو توبہ کر، توبہ کر اور میری بات سن۔میری پکار سن۔اللہ تجھے تیری بادشاہی میں برکت دے تمہارے مال و حال میں اور تو ان میں سے ہو جائے جن پر رحم کیا جاتا ہے۔۔۔۔

اے زمین کی ملکہ!اسلام قبول کرلے تو امن میں آجائے گی۔تو اسلام قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن تک رفع عطا کرے گا۔اللہ تعالیٰ تجھے دشمنوں سے سلامت اور محفوظ رکھے۔ اللہ تیری حفاظت ان کے ذریعہ سے کرے جو اس کی طرف سے حفاظت کرنے کے لئے مقرر ہو جاتے ہیں۔''

آپ قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ اے ملکہ! اگر تو اسلام قبول کرلے تو دنیا میں بھی تیری کامیابی ہے اور آخرت میں بھی کامیابی ہے۔اس وقت صرف ایک ملکہ تھی مگر اب ہر ملک کے اپنے صدور اور وزرائے اعظم ہیں۔یہ دعوت آج کے دور میں ان سب کو ہے کہ انہوں نے اسلام کے نظام کو تو اپنا لیا ہے۔اب صرف اور صرف تصدیق بالسان کی ضرورت ہے۔ان محققین نے اسلام کی صداقت کو جس طریقے سے بیان کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور یہی دنیا میں کامیاب ہوگا۔اسی کے ذریعہ سے دنیا میں بھی کامیابی ہے۔اصل معاملہ اسلام پر عمل کرنا ہے نہ کہ محض زبانی اقرار کرنا۔خالی زبان سے اقرار نہیں بلکہ عمل کے ذریعہ ہم کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔دین اسلام اپنی تعلیم کے ساتھ ہی پھیلے گا اور اپنے عمل کے ذریعہ سے بھی پھیلے گا اور ایک وقت آئے گا جیسے کہ حضرت مرزا صاحب نے ملکہ کو دعوت اسلام دی کہ وہ اس اسلام کو قبول کرے اسی طرح اس کی حقانیت کو جانتے ہوئے اس پر عمل کرنے والے کامیاب ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اسلام پر عمل کرنے کی توفیق دے کہ ہم عملی طور پر اپنی زندگیوں میں اسلام نافذ کرسکیں۔

اولیاء اللہ پر قرآنی آیات کا نزول

از: قاری غلام رسول صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے اوپر بعض قرآنی آیات الہاماً نازل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہ اعتراض دراصل قلّت فہم اور عدمِ تدبر کا نتیجہ ہے۔ تاریخ تصوف گواہ ہے کہ بے شمار اولیاء کرام اور اللہ کے برگزیدہ بندوں پر جو تزکیہ نفس اور طہارت قلب کے ذریعہ فنافی الرسول کے مقام پر ہوتے ہیں۔ قرآنی آیات کا الہام ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود نہ وہ نبی بن جاتے ہیں اور نہ ہی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ ان آیات کا حسب زمانہ اور حسب حال مفہوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اولیاء کرام اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ قرآنی آیات کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل پیروکاروں پر وحی ولایت کے رنگ میں دوبارہ الہام ہونا شرعاً منع نہیں بلکہ جائز ہے کیونکہ وحی نبوت حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی اور نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا مگر مبشرات اور الہام اور وحی ولایت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اس بات پر اُمت کا اتفاق ہے کہ اگر وحی ولایت یا الہام کے رنگ میں سارا قرآن شریف بھی نازل ہو جائے تو یہ ختم نبوت کے منافی نہیں لیکن وحی نبوت کا ایک فقرہ بھی ختم نبوت نبوت کے منافی ہے۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر قرآن الہاماً جاری ہوگیا۔

دراصل وحی کی تین قسمیں یا تین صورتیں ہیں۔ جو قرآن کریم سے ثابت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے:

''خدا تعالیٰ کے ہاں دستور ہے کہ جب وہ کسی بشر سے کلام کرتا ہے تو بذریعہ وحی (قسم اول) کے کرتا ہے یا پردہ کے پیچھے (قسم ثانی) یا رسول کو فرشتہ بھیج کر (قسم ثالث) (الشوریٰ 51)

اس آیت میں وحی و الہام کی تین صورتیں بیان کی گئی ہے۔ ان تینوں قسموں کے الہام میں تمام انبیاء کرام مشترک ہیں۔ مگر اولیاء کرام کو بھی دو قسموں سے حصہ ملتا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''فرق مراتب کے لحاظ سے اصطلاح یہ قرار پا گئی ہے کہ انبیاء کی وحی کو وحی کہتے ہیں اور اولیاء کی وحی کو الہام۔ (سوانح مولانا روم ص ۸۲)

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''ان تمام امور میں ایک تو الہام ہے اور الہام وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہے اور اس کو وحی کہتے ہیں اور اگر ان کے بغیر کسی اور اسے ثابت ہو تو اسے تحدیث کہتے ہیں اور کہیں کتاب اللہ میں مطلق الہام کو وحی کہا گیا ہے خواہ انبیاء سے ثابت ہو خواہ اولیاء سے۔ یہ الہام مطلق کبھی پردہ غیب سے کلام کی صورت میں نازل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

''جب ہم نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ میرے اور میرے رسول پر ایمان لاؤ'' اور فرمایا: ''ہم نے موسیٰ کی ماں پر وحی کی کہ اسے دودھ پلاؤ اور جب تجھے خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر کیونکہ ہم اسے تیرے پاس لوٹا دیں گے اور اس کو رسول بنائیں گے''۔ اور فرمایا:

''ہم نے ذوالقرنین سے کہا کہ تو جو چاہے سختی کر یا انہیں بہتر طریقے سے پکڑ''۔ (منصبِ امامت ص ۲۰)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک روز میں نے اپنے ایک فرزند کی فاتحہ کے لئے کھانا تیار کیا اس کے مقبول ہونے میں متردد تھا تو الہام ہوا ''بے شک تو پرہیزگاروں میں سے ہے'' (یہ قرآنی آیت کا حصہ ہے ناقل)۔ (کحل الجواہر ص ۱۴)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت شاہ محمد یحییٰ کی ولادت سے پہلے آپؒ کو الہام ہوا۔ ''اسی لئے اُن کا نام یحییٰ رکھا گیا'' (یہ قرآنی آیت ہے ناقل)۔ (مقامات امام ربانی ص ۱۳۶)

مشہور صوفی بزرگ مولوی عبد اللہ غزنوی کے پیر حضرت سید امیر رحمۃ اللہ کو

الہام ہوا: ترجمہ: ''اے نبی اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی تابعداری مت کرو بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے'' (لا نبی بعدی ص ۹۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سید امیر علیہ الرحمہ کو الہام میں نبی کے لفظ سے مخاطب کیا گیا لیکن اس سے مراد نبوت نہیں بلکہ ولایت اور فنافی الرسول کا مقام ہے۔

خود مولوی عبداللہ غزنوی علیہ الرحمہ کو کئی آیات الہام ہوئیں:

چند آیات یہ ہیں۔ترجمہ: ''آسمانوں اور زمین کا رب گواہ ہے کہ یہ یقیناً سچ ہے، ٹھیک اسی طرح تم باتیں کرتے ہو''۔

ترجمہ: ''کیا ہم نے تیرے لئے تیرا سینہ نہیں کھولا''

ترجمہ: ''کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں''۔

ترجمہ: ''اور تیرا رب تجھے جلا دے گا سو تو خوش ہو جائے گا''

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب ''سوانح عمری مولوی عبداللہ غزنوی ص ۱۰''۔

جب مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم کے الہامات پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ اس میں بعض آیات کے مخاطب صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو مولوی عبدالجبار غزنوی نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی جس میں اس اعتراض کا جواب لکھا کہ اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو تو صاحبِ الہام اپنے حق میں خیال کر کے اس مضمون کو اپنے حال کے مطابق کرے گا اور نصیحت کرے گا۔

اگر کوئی شخص ایک آیت کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی اُسے اپنے آپ پر وارد کرے اور اس کے امر و نہی اور تاکید و ترغیب کو بطور اعتبار اپنے لئے سمجھے تو بے شک وہ شخص صاحبِ بصیرت اور مستحق تحسین ہوگا اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں خاص آنحضرت صلعم کو خطاب ہے مثلاً الم نشرح لک صدرک۔ولسوف یعطیک ربک فترضی۔۔۔۔۔

تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ انشراح صدر اور رضا الٰہی اس شخص کو نصیب ہوگی اور اس امر و نہی وغیرہ میں اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں شریک سمجھا جائے گا (اثبات الالہام ص ۱۴۳)

بہر حال اس سے واضح ہے کہ اولیاء کرام پر آیاتِ قرآنی کا الہام ہونا کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جو وہ اپنے خاص بندوں پر کرتا ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں فنا ہو چکے ہوں۔ہم اپنے مضمون کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ان کلمات پر ختم کرتے ہیں:

''سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد۲ ص ۱۹۷)

وفات حسرت آیات

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

نور سلیم صاحبہ (لندن)

میاں خرم آفتاب احمد صاحب کی بھانجی اور میاں عابد سلیم صاحب کی صاحبزادی نور سلیم مورخہ 30 جولائی 2014ء کو لندن میں وفات پا گئی ہیں۔

مرحومہ 13 سال کی کم سن عمری میں وفات پا گئی۔ان کی میت کو لندن سے لاہور لایا گیا اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے جامع دارالسلام لاہور میں نماز جنازہ پڑھایا اور دارالسلام کے قبرستان میں تدفین کی گئی۔

جاوید احمد صاحب (فیصل آباد)

محترم شمس الرحمٰن صاحب کے داماد جاوید احمد صاحب مورخہ 27 اگست 2014ء بروز بدھ فیصل آباد میں وفات پا گئے ہیں۔

مرحوم کی عمر پچاس (50) سال تھی۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں تین بیٹے چھوڑے ہیں۔

ہمشیرہ بیگم میاں عمر فاروق صاحب (ملتان)

ہمشیرہ بیگم میاں عمر فاروق صاحبہ مورخہ 29 اگست 2014ء کو وفات پا گئی ہیں۔مرحومہ نے طویل علالت کے بعد وفات پائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مندرجہ بالا احباب کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

قرآن کریم کی رُو سے خیر وشر کی جامع تعلیم کا نمونہ

از: فضل حق صاحب

فلسفہ وحکمت کے وہ مباحث جو انسان کے ہاں بہت غور وفکر کا موضوع رہے ہیں۔ان میں سے ایک خیر وشر کا مسئلہ بھی ہے۔اس پر ہر زمانے کے اہل فلسفہ نے رائے زنی کی اور اہل مذہب نے بھی ہر دور میں اسے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔لیکن غور وفکر کی اس راہ میں بھی عقل وخرد کی نارسائیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اہل فلسفہ کے ہاں تو ہنوز خیر وشر کے تعین کا بنیادی سوال ہی حل طلب ہے اور اہل مذہب نے اس کا حل اگر کوئی پیش کیا ہے تو اسے کوئی انسان عقل وفطرت کی سلامتی کے ساتھ قبول نہیں کرسکتا۔

پروردگار عالم نے انسان کو اس دنیا میں فکر وعمل کی جس آزمائش میں ڈالا ہے۔اس میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انسان بس اندھیروں میں ٹھوکریں ہی کھانے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہو اور گم کردہ راہ ہونا اس کا مقدر بن گیا ہو بلکہ آزمائش کے اس دور میں وحی آسمانی ہمیشہ سے انسان کے لئے ہدایت کا وہ منارہ رہی ہے۔ جس کا طالب اپنے پہلے ہی قدم کو راہ ہدایت پر پاتا ہے۔البتہ یہ انسان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اس سے کوئی فائدہ اٹھانا چاہتا ہے یا نہیں۔یہ آسمانی وحی اب انسان کے پاس جس واحد شکل میں محفوظ ہے وہ قرآن مجید ہے۔اس میں خدا نے جہاں اور بہت سے بنیادی معاملات میں انسان کی رہنمائی کی ہے۔ وہاں خیر وشر کے اس مسئلے میں بھی حق بات کو واضح کیا اور ان سب سوالوں کا جواب دیا ہے جنہیں صدیوں کی کوشش کے باوجود انسان اپنی عقل سے حل نہیں کرسکا۔ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''اللہ تمہیں عدل اور احسان اور قریبیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور زیادتی سے روکتا ہے۔وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو''۔(16:90)

یہ آیت قرآن کی ہدایت کا بنیادی اصول ہے۔انسان کی فطرت جن اچھے اخلاق کو پانے اور جن رذائل سے بچنے کا تقاضا کرتی ہے۔ان کی بنیادیں اس میں واضح کردی گئی ہیں۔خیر وشر کے یہ اصول بالکل فطری ہیں۔تورات کے احکام عشرہ انہی پر مبنی ہیں اور قرآن نے بھی اپنے تمام اخلاقی احکام میں انہی کی تفصیل کی ہے۔

خیر وشر کی فلسفیانہ اصطلاح میں خیر سے مراد نیکی اور شر سے مراد بدی ہے۔ چنانچہ کسی چیز کو انسان کا نیکی اور اچھائی قرار دینا خیر ہے اور کسی چیز کو اس کا بدی اور برائی قرار دینا شر ہے۔

پہلی چیز جس کا آیت میں حکم دیا گیا ہے وہ عدل ہے۔عدل ادنیٰ درجہ کی نیکی ہے جو مساوات کے رنگ میں ہے یعنی جو کوئی تمہارے ساتھ نیکی کرے تم اس کے ساتھ نیکی کرو۔اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ جس کا جو حق واجب کسی پر عائد ہوتا ہے، اُسے اچھے طریقے سے ادا کردیا جائے۔خواہ صاحب حق کمزور ہو یا طاقت ور اور خواہ ہم اُسے پسند کریں یا ناپسند۔غرض کہہ سکتے ہیں کہ پہلا جو کامیابی کا سر ہے وہ عدل ہے۔کیوں کہ عدل معاشرے میں ہر ایک انسان کا بنیادی حق ہے۔عدل سے معاشرہ میں امن پیدا ہوتا ہے اور معاشرہ میں تقویت پیدا ہوتی ہے۔

قرآن وحدیث میں عدل کی بہت اہمیت ہے۔جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ۔اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔اور اللہ کا

تقویٰ کرو، اللہ اس سے خبر دار ہے جو تم کرتے ہو‘‘۔(سورۃ المائدہ:۸)

عدل کا مطلب ہے کسی شخص کے ساتھ بدون افراط وتفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے۔ عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلڑوں میں سے کسی پلہ کو جھکا نہ سکے۔ جو چیزیں شرعاً مہلک یا کسی درجہ میں مضر ہیں اس سے بچاؤ کرتے رہنے سے جو ایک خاص نورانی کیفیت آدمی کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اس کا نام تقویٰ ہے۔ تحصیل تقویٰ کے اسباب قریبہ وبعیدہ بہت سے ہیں۔ تمام اعمال حسنہ اور خصال خیر کو اس کے اسباب ومعدات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ’’عدل وقسط‘‘ یعنی دولت و دشمن کے ساتھ یکساں انصاف کرنا اور حق کے معاملہ میں جذبات محبت وعداوت سے قطعاً مغلوب نہ ہونا یہ خصلت حصول تقویٰ کے موثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے۔ اس لئے فرمایا (یعنی یہ عدل جس کا حکم دیا گیا تقویٰ سے نزدیک تر ہے) کہ اس کی مداومت کے بعد تقویٰ کی کیفیت بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

قیامت کے دن جب کہ خدا کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا، سات شخصوں کو خدا اپنے سایہ میں لے گا، جن میں ایک عادل ہوگا۔(بخاری)

قارئین کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عادلانہ گواہی کی بہت اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو حدیث میں آتا ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا تو میری والدہ نے کہا، اس عطیے پر آپ جب تک اللہ کے رسول کو گواہ نہیں بنائیں گے میں راضی نہیں ہوں گی۔ چنانچہ میرے والد ان کی خدمت میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اس طرح کا عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے فرمایا: ’’اللہ سے ڈرو اور اولاد کے درمیان انصاف کرو‘‘ اور فرمایا: ’’ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا‘‘ (صحیح بخاری)

دوسری چیز احسان ہے

یہ عدل سے زائد ایک چیز اور تمام اخلاقیات کا جمال وکمال ہے۔ اس سے مراد صرف یہ نہیں کہ حق ادا کر دیا جائے بلکہ مزید براں یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں سے باہمی مراعات اور فیاضی کا رویہ اختیار کریں۔ ان کے حق سے انہیں کچھ زیادہ دیں اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جائیں۔ یہی وہ چیز ہے جس سے معاشرے میں محبت ومودت، ایثار واخلاص، شکر گذاری، عالی ظرفی اور خیر خواہی کی قدریں نشوونما پاتی اور زندگی میں لطف وحلاوت پیدا کرتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں احسان کی تعلیم فرمائی ہے۔

سورۃ المائدہ:۹۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ’’اور احسان کریں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے‘‘ (5:93)

حضرت محمدؐ کا نمونہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو چند لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی اس پر گواہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت پر اس قدر احسان کئے ہیں کہ ایک مورخ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر کتاب لکھتا ہے تو اس کا نام ہی رکھ دیتا ہے ’’محسن انسانیت‘‘۔

اس سے بڑا احسان کیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں تک کو بھی جہنم کی دائمی آگ سے بچانے کی فکر کرتے اور اس فکر میں اپنا چین وسکون بھی قربان کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت نال ہوئی:

ترجمہ: ’’تو کیا تو اپنی جان کو ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر دے گا، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں‘‘ (سورۃ الکھف:6)

تیسری چیز قرابت مندوں کے لئے انفاق ہے

یہ احسان ہی کی ایک نہایت اہم فرع ہے اور اس کی ایک خاص صورت

متعین کرتی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ قرابت مند صرف اسی کے حق دار نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ عدل و احسان کا رویہ اختیار کیا جائے ، بلکہ اس کے بھی حق دار ہیں کہ لوگ اپنے مال پر ان کا حق تسلیم کریں، انہیں کسی حال میں بھوکا ننگا نہ چھوڑیں اور اپنے بال بچوں کے ساتھ ان کی ضرورتیں بھی جس حد تک ممکن ہو، فیاضی کے ساتھ پوری کرنے کی کوشش کریں۔

ان کے مقابلے میں بھی تین ہی چیزیں ہیں جن سے اس آیت میں روکا گیا ہے:

پہلی چیز ''فحشاء'' ہے۔یہ لفظ فحش سے نکلا ہے۔الفواحش اس کی جمع ہے۔ جس کے معنی حدود فراموشی کے ہیں۔زیادتی کر بیٹھنا، کسی بات سے تجاوز کرنا، گفتگو میں ادب و احترام کی حدود کو پھلانگ جانا (وغیرہ) بھی فحشاء ہی کے ضمن میں آتا ہے۔قرآن کریم میں فحشاء کے مقابلے میں عدل کا لفظ آیا ہے لہٰذا فحش کے معنی حدود خداوندی سے تجاوز اور سرکشی کے ہیں۔سورۃ الانعام میں ہے:

ترجمہ: ''اور زنا کے قریب مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے''۔

ہر ایک امر جو بذات خود قبیح ہے گو اس کا اثر دوسروں پر نہ ہو۔ ایک دوسرے رنگ میں فحشاء قوت شہویہ سے پیدا ہوتا ہے۔

دوسری چیز ''منکر'' ہے۔فحشاء کے بعد جس چیز سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے وہ منکر ہے۔اس کے لغوی معنی ناشناسا کے ہیں۔اس کے مقابلہ میں معروف (شناسا) کا لفظ آیا ہے۔جو کام ہر طبقہ میں ناپسند کیا جاتا ہے اور جس کا مرتکب سب کی نگاہوں میں گر جاتا ہے اس کو منکر کہا جاتا ہے۔رزائل کے لئے قرآن پاک میں سب سے عام لفظ منکر ہے۔ چنانچہ سورۃ المائدہ میں جن برائیوں سے روک ٹوک نہ کرنے پر بنی اسرائیل کو ملامت کی گئی ہے ان کو اسی لفظ منکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔''وہ ایک دوسرے کو بُرے کام سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے''۔(سورۃ المائدہ:79)

شیطان کی پیروی کو بھی فحشاء اور منکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو شیطان کے نقش قدم پر مت چلو اور جس نے ایسا کیا بیشک وہ بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے''۔(سورۃ النور:21)

تیسری چیز ''بغی'' ہے۔اس کے معنی سرکشی اور تعدی کے ہیں۔یعنی آدمی اپنی قوت، طاقت اور زور و اثر سے ناجائز فائدہ اٹھائے، حدود سے تجاوز کرے اور دوسروں کے حقوق پر، خواہ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے، دست درازی کرنے کی کوشش کرے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فحشاء میں جس برائی کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ صرف ایک فرد کی ذات تک محدود ہے۔مثلاً زنا، برہنگی، جھوٹی تہمت، شراب نوشی، چوری وغیرہ، انہیں حدیث شریف میں بھی فواحش کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ منکر میں پوری جماعت کی معاشرتی زندگی شامل ہوتی ہے۔ ایسی زندگی جو ناپسندیدہ افعال، غیر مانوس حرکات، ظلم و ستم، سنگدلی، برائیوں اور بے حیائیوں سے عبارت ہو۔''بغی'' میں ایسی برائیاں شامل ہیں جو جماعت سے بھی آگے بڑھ کر پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔مثلاً چوری، قتل، ڈاکہ، بدکاری وغیرہ اور اس نوع کے دوسرے افعال جن سے اجتماعی زندگی متاثر ہوتی ہے۔

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش

احباب و خواتین جماعت سے درخواست ہے کہ موجودہ حالات و مسائل کے پیش نظر مضامین لکھ کر ارسال فرمائیں۔ یہ آپ کا اخبار ہے۔اسے زیادہ سے زیادہ متنوع بنانے کے لئے تعاون کی ضرورت ہے۔ پیغام صلح کے معیار کو بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن آپ کے تعاون کے بغیر اس کے معیار کو مزید بلند کرنا ممکن نہیں۔ اپنے قیمتی مضامین ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ارسال فرمائیں۔

ایڈیٹر پیغام صلح

تعمیرِ پاکستان

از: عالیہ ابرار (برموقع تقریب یوم آزادی2014ء)

اگر دنیا کی تاریخ کے ورق الٹائے جائیں اور مشاہدہ کیا جائے تو پاکستان کی تاریخ اس کا ایک اہم جزو ہوگی۔ مسلمانوں کی بے غرض قربانیوں اور جانثاری نے انگریزوں اور ہندوؤں کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کردیا کہ مسلمانوں کو ایک علیحدہ ملک دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

علامہ اقبالؒ کے خواب کو شرمندہِ تعبیر کرنے والے قائد کی ولولہ انگیز قیادت میں پاکستان 14اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر اُبھرا۔ شروع کے دنوں میں بہت مشکلات پیش آئیں، تکالیف کا سامنا کرنا پڑا مگر ہر محاذ پر برصغیر کے مسلمانوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔

جدوجہد آزادی کا ایک ہی نعرہ تھا کہ:

لے کے رہیں گے پاکستان

بن کے رہے گا پاکستان

سیاسی افق پر ہر قسم کے چیلنج سے نبرآزما قائداعظم؛ گول میز کانفرنس، سول نافرمانی کی تحریکیں، جیل بھرو کی تحریکیں، دوقومی نظریہ کی اٹل حقیقت، 14 نکات، لیکن ایسے میں بھی کانگریس کا نعرہ ''اکھنڈ بھارت'' لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور نہرو کی مشترکہ سازشیں، ایجنسیوں کی اندرونی رپورٹیں کہ پاکستان نہیں بننے دینا، بٹوارہ نہیں ہونے دینا۔ کیوں؟

اس لئے کہ مسلمان نوکر اور ہندو مالک؛ مسلمان مزدور اور ہندو ساہوکار، صنعتکار؛ مسلمان کسان اور ہندو جاگیردار؛ مسلمان بھکاری اور ہندو ان داتا؛ مسلمان چپڑاسی اور ہندو ICS۔

قارئین کرام جب اس محاذ پر کامیابی کے امکانات کم ہوتے نظر آئے تو ماسٹر تارا سنگھ اور سکھوں کے حملے، ماؤں کی گود میں دودھ پیتے بچوں کو برچھیاں ماری گئیں (۔۔۔۔) بیٹے کے ہاتھوں میں باپ کی لاش اور باپ کے ہاتھوں میں بیٹے کی لاش۔

موتوں کی بنیاد پر بنائے گئے ''ورلڈ ڈیزاسٹر چارٹ'' میں 10لاکھ اور اس کے زیادہ اموات کی وجہ زلزلے ہیں، آتش فشاں ہیں، سیلاب ہیں، قحط ہیں۔ لیکن اس چارٹ میں انسانیت کے علمبردار اکھنڈ بھارت کے حامیوں نہرو/ماؤنٹ بیٹن کی اشتراکیوں کے منہ پر طمانچہ تقسیم ہند کی 10لاکھ اموات ہیں۔

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے ہندو کے متعلق اپنے خطبے میں کیا خوب کہا کہ:

''اس قوم سے بچو جسے رحم کرنا نہیں آتا''

دنیا کی تاریخ کی بڑی ڈکیتی۔ ریڈکلف نے مسلم اکثریتی علاقوں اور پانی کے ہیڈ ورکس پر ڈاکہ ڈالا اور اسی لئے قائداعظم نے فرمایا: I accept truncated Pakistan.

قومیں قربانیوں سے ہی بنا کرتی ہیں لیکن ان قربانیوں کی پاکستان بننے کے بعد ہم مکمل حفاظت نہ کرسکے۔ باربار کی مارشل لاء حکومتوں نے ملک کا برا حال کردیا۔ مذہب کے سیلاب نے نعت خوانوں اور قاریوں کو گوٹے کناریوں والے لباس پہنا دیئے تو کہیں اربوں کھربوں ڈالر کے قرضے کے نیچے ہم دب گئے۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرہ کے برخلاف جھوٹ، رشوت، قتل، چوری اور ظلم کو اپنالیا۔

اے خدا! ہمیں پھر سے کوئی قائداعظم عطا فرما جو اس ملک کو پھر سے پاک سرزمین بنادے۔ جو پھر سے اس ملک کا مطلب لا الہ الا اللہ بنادے۔ جو پھر سے کلمہ گوؤں کو کفر کی دلدل سے نکال دے۔ جو بھائی کو بھائی بنادے۔ جو ملک کو اُمن کا گہوارہ بنادے۔ آمین

حصول پاکستان کی جدوجہد میں جماعت احمدیہ لاہور کا حصہ

پاکستان-----ایک محیر العقول واقعہ

پاکستان ایک خواب تھا جو جناب محمد علی جناحؒ نے دیکھا اور لاہور کے جلسہ مسلم لیگ میں بیان کیا، اس وقت اس خواب کے سننے والوں نے اسے اضغاث احلام ہی سمجھا اور شاید بہت ہی کم لوگ تھے جو اسے ایک حقیقت سمجھ کر اس کی عملی تصویر دیکھنے کے امیدوار تھے اور تو اور خود جناب محمد علی جناح کو بھی یہ امید نہ ہو سکتی تھی کہ یہ خواب صرف کچھ ہی سالوں میں دولت خداداد پاکستان کی شکل میں پورا ہو کر مسلمانوں کی سربلندی کا موجب ہوگا۔

اس قسم کے سنہری خواب کانگریس نے بارہا مرتبہ دیکھے اور ان کو پورا کرنے اور آزادی ہند کی جدوجہد کو کامیاب بنانے کے لئے اسے بیسیوں جتن کرنے پڑے، ہزاروں جانیں اسے اس راہ میں دینی پڑیں، کروڑ ہا روپیہ صرف کرنا پڑا، چھوٹے سے چھوٹے کانگریسی سے لے کر بڑے سے بڑے لیڈر تک کو قید و بند کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ کئی مرتبہ اسے خلاف قانون جماعت قرار دے کر صفحہ ہستی سے فنا کر دینے کا تہیہ کیا گیا، ہندوؤں کا ایک ایک فرد اس کے ساتھ اور اس پر جان قربان کر دینے کے لئے تیار، سکھ اس کی حمایت میں، مسلمانوں کا ایک حصہ اس کی تائید میں، ایسے حالات میں اور ان قربانیوں کے صلہ میں جو کچھ اسے ملا تاریخ عالم میں وہ کوئی محیر العقول چیز نہیں۔

لیکن مسلم لیگ کو اتنے تھوڑے عرصہ میں جو کچھ کامیابی حاصل ہوئی باوجودیکہ خود مسلمانوں کی ایک جماعت کانگریس کے ساتھ مل کر اسے فنا کر دینے پر تلی ہوئی تھی، صرف سات سال نہیں بلکہ دو تین سال کی جدوجہد سے جو عظیم الشان فتح اس کو نصیب ہوئی جبکہ نہ خرچ کرنے کے لئے ان کے پاس پیسہ تھا اور نہ حکومت کی سختیوں کا مقابلہ کرنے اور جان دینے والے آدمی صرف ایک مخلص و بے نفس انسان تھا جو کانگریس کے ہتھکنڈوں اور حکومت کے حیلوں، بہانوں کو اس طرح توڑ کر رکھ دیتا رہا جیسے مکڑی کا جالا یا اتحاد کی وہ لہر تھی جو کانگریسی مسلمانوں کے علاوہ عام طور پر ہر طبقہ و فرقہ کے مسلمانوں میں پیدا ہو گئی جس نے خود بخود تنظیم کا ایسا رنگ اختیار کر لیا کہ ہندوؤں اور سکھوں کے منظم اور مسلح حملوں کو نہتے ہونے کے باوجود ناکام کر دیا۔ اسے تاریخ عالم میں بے نظیر نہیں تو ایسی عظیم الشان فتح ضرور کہا جا سکتا ہے، جس کی بہت ہی کم مثالیں پائی جاتی ہیں۔

ایسی فتوحات سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص ہاتھ ان کی تائید میں ہو اور وہ اپنے خاص فضل سے اپنے نام لیواؤں کو نوازنا چاہتا ہو کبھی نصیب نہیں ہو سکتیں۔ کچھ عرصہ پہلے ''پاکستان زندہ باد'' کا نعرہ ایک ایسی آواز تھی جس پر بڑے بڑے سنجیدہ مسلمان بھی ہنسی اُڑا دیتے تھے کیونکہ اول تو انگریز کا ہندوستان کو چھوڑنا ایک ناممکن بات نظر آتی تھی اور پھر ہندوؤں اور سکھوں کا زور ہندوستان کی تقسیم کے خلاف ہر قربانی کے لئے تیاری جس کے ساتھ حکومت کی بھی تائید موجود تھی یہاں تک کہ لارڈ ویول جیسے وائسرائے نے بھی یہ کہہ کر مسلمانوں کو جواب دے دیا کہ جغرافیہ کو کوئی شخص بدل نہیں سکتا۔ وزارتی مشن کا پاکستان دینے سے صریح انکار اور مسلم لیگ کی وزارتی مشن کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادگی یہ تمام چیزیں بتا رہی تھیں کہ ''پاکستان زندہ باد'' ایک بے حقیقت نعرہ ہے جو چند دن میں ختم ہو جائے گا لیکن خدا کے کاموں کو کون جانتا ہے جب وہ کسی کام کو کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے اور کُن فیکون کہہ کر بے حقیقت کو حقیقت کر دکھاتا ہے یہی آج مسلمانوں کے ساتھ ہوا ہے۔ تمام ظاہری سامانوں کے ختم ہو جانے پر اس نے کُن فیکون کہا اور ویول کو یہاں سے رخصت کر کے مونٹ بیٹن جیسی شخصیت کو اس کی جگہ بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ بے حقیقت کو حقیقت بنا دیا۔ چند دنوں کے اندر پاکستان جیسی عظیم الشان مملکت مسلمانوں کے

حوالے کر دی جس پر جس قدر بھی سجدات شکر بجا لائے جائیں، جس قدر شکرانے کے نفل اس کی جناب میں پڑھے جائیں کم ہیں۔ مسلمان اس کے اہل نہ تھے، اس نے محض اپنی کرم نوازی سے ان کو اس کا وارث بنایا۔ ایک عظیم الشان واقعہ ہے جس کو تاریخ عالم کے محیر العقول واقعات میں سے قرار دیا جائے گا۔ یہ ایک نشان ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کو تازہ کرنے کا موجب ہے۔

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بر چشم نشانیست کبیر

ایسی حالت میں کہ یہ ایک انعام الٰہی ہے جو مسلمانوں کو ملا ہے۔ یہ کہنا کہ اس کے حصول میں کیا کچھ جدوجہد کس کس نے کی، تاہم کسی تعریف کی خواہش کے بغیر یہ کہنا بے موقعہ نہیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو مسلم لیگ اور پاکستان کی تائید میں کھڑا کر دیا وہاں جماعت احمدیہ کو بھی یہ توفیق دی کہ وہ اپنے مقدس امام کی ہدایت کے مطابق دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کی خاطر اپنی بساط کے موافق اس کی حمایت میں آواز بلند کرے، یہ ایک مذہبی اور تبلیغی جماعت ہے جسے سیاسیات سے چنداں سروکار نہیں لیکن جہاں مسلمانوں کا وقار ایک متفقہ آواز کا طلبگار رہا اس جماعت نے ان کا ساتھ دینے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ اور تحریک پاکستان کے تمام دور میں اس کے اخبارات بالخصوص انگریزی اخبار ''لائٹ'' نہایت زبردست مضامین اس کی حمایت میں لکھتا رہا اور ہم فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مضامین خود قائداعظم کی نظروں سے گذرتے رہے اور ان کی اہمیت کا اعتراف نہیں کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ایک سابق وائسرائے کے ساتھ گفتگو کے دوران میں بھی ایسے بعض مضامین کا ذکر آیا۔

اس طرح مسلم لیگ کی ہر ضرورت کے موقع پر اس جماعت نے اپنی طاقت کے مطابق مالی امداد کے لئے قدم بڑھایا اور کئی مرتبہ بیش قرار رقوم چندوں میں پیش کیں، ہر تحریک میں اس جماعت کے افراد مردوں اور عورتوں نے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر شمولیت اختیار کی اور اپنی تبلیغی جدوجہد کو برقرار رکھتے ہوئے حصول پاکستان کے لئے دوسرے مسلمانوں
کے ساتھ اپنی بضاعۃ مزجاۃ میں سے خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا اور

سب سے بڑھ کر یہ کہ اس جماعت کے ان بزرگوں نے جنہیں اللہ تعالیٰ راتوں کی تاریکیوں میں اپنے حضور کھڑا ہونے کی توفیق دیتا ہے، اسلام اور مسلمانوں کی برتری پاکستان کے حصول کے لئے درد دل سے دعائیں کیں انہی دعاؤں کے جواب میں کچھ مدت پہلے حضرت امیر مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کو ''پاکستان زندہ باد'' کی بشارت بھی جناب الٰہی سے دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے عاجز بندوں کی دعاؤں کو سنا اور ان کی ناچیز اور حقیر ترین قربانیوں کو قبول فرمایا جس کے نتیجہ میں آج ہم دلی رغبت کے ساتھ ''پاکستان زندہ باد'' کا نعرہ بلند کرتے اور تمام جماعت احمدیہ، تمام مسلمانوں اور مسلم لیگ کے کارکنوں اور سب سے بڑھ کر قائداعظم کو تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

اس موقع پر بے جا ہوگا اگر ہم قائداعظم اور اراکین مسلم لیگ کو اس امر کی طرف توجہ دلائیں کہ مملکت پاکستان کی حکمرانی اور ماتحت اقلیتوں کے ساتھ پوری رواداری اور عدل وانصاف کرنے کے علاوہ ایک بہت بڑا فرض جو ان پر عائد ہوتا ہے وہ تبلیغ اسلام کا فریضہ ہے، ہمارا ایمان ہے کہ مسلمانوں کی تمام کمزوریوں کی اصل جڑ اس فریضہ سے غفلت ہے، اگر شاہان اسلام اس ضروری فرض کو اپنے پیش نظر رکھتے اور جبر و تعدی سے نہیں بلکہ وعظ و تبلیغ سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو شاید کانگریس اور مسلم لیگ کا جھگڑا پیش نہ آتا اور تمام ہندوستان پاکستان بن جاتا اور ہمارے کروڑ ہا بھائی جو ہندوراج کے ماتحت آکر طرح طرح کے مصائب کا شکار بن چکے ہیں ان مصائب سے بچ جاتے۔ اب بھی اگر توجہ کی جائے اور مملکت پاکستان میں ایک تبلیغی شعبہ قائم کر کے ہندوستان اور پاکستان کے طول وعرض میں ایسے نیک دل اور مخلص واعظین و مبلغین کو پھیلا دیا جائے جو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو غیر مسلموں کے سامنے لے جائیں اور اپنے حسن کردار اور عملی نمونہ سے ان تعلیمات کی خوبیوں کو ان پر واضح کر دیں تو بہت تھوڑے عرصہ میں بے شمار لوگ اسلام کے اندر لائے جا سکتے ہیں اور اس طرح یہ ملک اپنے حقیقی اور اصلی معنوں میں پاکستان بن سکتا ہے۔ (پیغام صلح ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء)

☆☆☆☆

درس قرآن ۔ ۴۳

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ”اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ وہ حی و قیوم ہے ۔ اس پر نہ اونگھ غالب آتی ہے نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ کون ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے سوائے اس کی اجازت کے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے ، سوائے اس کے جو وہ چاہے۔ اس کا علم (یا اس کی حکومت) آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے اور ان دونوں کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں اور وہ بہت اعلیٰ اور عظمت والا ہے۔“

(سورۃ البقرہ ۲:۲۵۵)

یہ آیت جو آیت الکرسی کے نام سے مشہور ہے اس کی تمہیدی تفسیر میں پچھلے درس میں کر آیا ہوں ۔ دراصل ایک علم و معرفت کا دریا اس کوزہ میں بند ہے ۔ میں کوشش کروں گا کہ اس کی مختصر تفسیر اس درس میں کر سکوں۔

اسلام سے باہر خدا کا تصور جو دنیا میں عام ہے وہ تین چار قسموں کا ہے ۔ ایک پتھر کے بُت کا جسے انسان نے خود گھڑا ، جو بے جان ہے اور جسے انسان خود جب چاہے توڑ سکتا ہے یا ایک جانور مثلاً گائے کا جو انسان سے گھٹیا ایک معمولی حیوان ہے۔ جو دوسرے جانوروں کی طرح نیست سے ہست ہوتی ہے۔ یعنی ایک وقت ہوتا ہے جو وہ کچھ نہ تھی اور پھر پیدا ہوتی ہے اور اگر ذبح نہ کی جائے تو اپنی موت مر جاتی ہے ۔ تیسرا تصور خدا کا ہمارے جیسے انسان کا ہے جو ہماری طرح نیست سے ہست ہوا یعنی پہلے اس کا کوئی وجود نہ تھا اور وہ ہماری طرح ماں کے پیٹ میں اس کے خون سے پل کر اور زندگی پا کر پیدا ہوا، ہماری طرح بھوک پیاس اور تمام انسانی کمزوریاں رکھتا تھا اور بالآخر وہ ہماری طرح مر گیا۔ اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مر کر اس نے دوبارہ زندگی پائی تو اس میں بھی ہم پر کوئی بھی فوقیت یا برتری نہیں کیونکہ تمام انسانوں نے مر کر دوبارہ زندگی پانا ہے اور خدا کے انبیاء اور اولیاء اللہ اور صلحاء تو نئی زندگی فوراً پا لیتے ہیں ۔ چوتھا خدا کا تصور سورج یا ستاروں کو ہے جنہیں سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ محض آگ کے بڑے ، بڑے کُرے یا اجسام ہیں اور جو نہ صرف بے جان ہیں بلکہ کسی اور زبردست خالق و مالک کے قوانین میں جکڑے ہوئے بے جان آگ یا مادہ کے کُرے ہیں ۔ تو ان تصورات کا جو مشرکوں نے اپنی طرف سے گھڑے لازمی نتیجہ یہ ہونا تھا کہ اس سائنس اور علم کی ترقی کے زمانہ میں انسانوں نے انہیں ردّ کر دیا اور دہریت عام ہو گئی ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کو انسانی دماغ جو دوسرے جانوروں کے دماغوں کی طرح ایک مادی دماغ ہے وہ خود نہیں پا سکتا تھا۔ اور جو تصور اس نے اپنی طرف سے گھڑا بھی وہ اس قدر ناقص تھا کہ خود انسانوں نے اپنے گھڑے ہوئے تصورات کو آج ردّ کر دیا ہے ۔ ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہستی اور اپنی صفات کا خود علم دیتا۔ اور اس نے ضرور دیا مختلف الہامی کتابوں میں مگر بدقسمتی سے وہ بالکل ضائع ہو گئیں ۔ یا ان کے محض متضاد اور مختلف ترجمے آج ملتے ہیں یا اُن کے اندر زبردست ردّ و بدل یا تحریفیں انسانی ہاتھوں سے ہو گئیں ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری اور کامل کلام کو جو قرآن کریم میں موجود ہے اپنی حفاظت میں لے لیا اور آج غیروں کو بھی اعتراف ہے کہ جو قرآن پاک آج ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ من و عن وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا تصور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۃ فاتحہ سے لے کر قرآن کریم کی آخری سورت الناس

تک ہر جگہ موجود ہے۔ آیت الکرسی جس کی مختصر تفسیر میں آج کرنے لگا ہوں بھی ایک آیت میں ایک عظیم الشان تصور پیش کرتی ہے۔

اللّٰہ لا الٰہ الا اللّٰہ یعنی اللہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں جیسا کہ میں **بسم اللّٰہ** کی تفسیر میں اپنے سب سے پہلے درس میں بتا آیا ہوں اللہ خدا تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ جب ہم کسی کا تعارف یا انٹروڈکشن کرتے ہیں تو سب سے پہلے اس کا ذاتی نام بتاتے ہیں۔ مثلاً یہ مسٹر رشید پیر خان ہیں۔ تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ کا ذاتی نام اور کسی مذہب نے نہیں بتایا! صفاتی نام بتائے ہیں جیسا کہ کسی صاحب کے متعلق کہا جائے کہ یہ صاحب مسلمان ہیں، بہت اچھے آدمی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر صرف صفاتی نام بتائے جائیں اور ذاتی نام نہ بتایا جائے تو تعارف نامکمل اور مبہم رہ جاتا ہے کیونکہ ان صفتوں کے کئی آدمی ہو سکتے ہیں۔ اللہ کا نام عربی زبان میں اسلام سے قبل بھی صرف خدائے واحد کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ کسی دوسرے کے لئے نہیں۔ تو اسمِ ذات اللہ کے معنی حسن اور احسان میں کامل کے ہیں۔ یعنی نہ صرف وہ اپنی خوبیوں میں کامل ہے بلکہ اُن خوبیوں سے اپنی مخلوق کو ہر آن فائدہ پہنچاتا رہتا ہے کیونکہ کسی میں خوبیاں ہونا کافی نہیں جب تک کہ اُن خوبیوں سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے۔ ایک شخص عالم ہو مگر اس کے علم سے کسی کو فائدہ نہ پہنچے تو اس کا علم بے کار و بے فائدہ ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کا فائدہ اس کی مخلوق کو ہر آن پہنچتا رہتا ہے۔ جیسا کہ اس کی صفات **رب العلمین**، **الرحمن**، **الرحیم** وغیرہ سے ظاہر ہے۔

اللہ کا نام بتانے کے بعد فرمایا کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ الٰہ کے عام معنی معبود کے کئے جاتے ہیں۔ یعنی وہ جس کی عاجزی سے فرمانبرداری کی جائے۔ اس ایک لفظ میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا زبردست ثبوت دیا ہے۔ فرمایا کہ دیکھو کہ تمام کائنات کس کی فرمانبرداری کر رہی ہے؟ یہ بات جو آج سے چودہ سو سال پہلے کہی گئی آج سائنس نے بھی ثابت کر دی ہے کہ تمام کائنات ایک ہے اور ایک ہی قانون کی فرمانبرداری کر رہی ہے۔ اس لئے دہریہ اور عیسائی سائنس دانوں نے بھی بالآخر مانا ہے کہ اس عظیم الشان کائنات ساری کی ساری کا ایک ہی پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے۔ تو جب کہ ساری کائنات یہاں تک کہ انسان کا جسم بھی خدائے واحد کی عاجزی سے فرمانبرداری کر رہا ہے تو انسان کو بھی چاہیے کہ وہ خدائے واحد کی عاجزی سے فرمانبرداری کرے۔ اور وہ اس طرح کہ جو خدا کی کتاب یعنی قرآن میں ہدایت دی گئی ہے اس پر مکمل عمل کرے۔ الٰہ کے دوسرے معنی محبوب کے ہیں جس میں یہ مضمون ہے کہ خدا کی فرمانبرداری محبت سے کرنی چاہیے تھی وہ خاطر خواہ جوش اور اخلاص سے ہو سکتی ہے۔ اور ایسی ہی فرمانبرداری کا بہترین فائدہ ہو سکتا ہے۔ جس طرح کہ بچہ اپنے ماں باپ کے احسانوں کو دیکھتے ہوئے اور انہیں اپنا خیر خواہ جانتے ہوئے اگر محبت سے ان کی فرمانبرداری کرے تبھی وہ ان کی تربیت سے بہترین فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اگر روتے دھوتے ان کی فرمانبرداری کرے گا تو پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے۔ ماں باپ کے احسانات اللہ تعالیٰ کے احسانات کے آگے کوئی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے زمین و آسمان کا سب نظام بنا کر اور انسان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنا کر اور سب مخلوق کو اس کا فرمانبردار کر کے اور اس پر ان گنت احسانات کر کے کئے ہیں۔ پھر انسان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رُوح پھونکی اور اسے اپنی معرفت بخشی اور وہ ہدایت دی جس پر چل کر وہ اللہ تعالیٰ کو پا سکتا ہے جس سے بڑھ کر کوئی لذت اور نعمت اور دولت نہیں ہو سکتی جیسا کہ میں پچھلے درس کے آخر میں بتا چکا ہوں۔ یاد رہے کہ الٰہ کے تیسرے معنی مطلوب یا مقصود کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پانا انسان کی پیدائش کا مقصد اور انسان پر سب سے بڑا انعام ہے۔ اور جو شرک کرے گا وہ ظاہر ہے کہ اپنے مقصد پیدائش کو نہیں پا سکتا۔

پھر فرمایا **الحی القیوم** ۔ حی کے معنی ہیں جو ہمیشہ سے زندہ تھا اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ حی پر الف لام لا کر بتایا کہ اس معاملہ میں بھی وہ یکتا ہے یعنی ہمیشہ سے صرف وہی زندہ تھا اور ہمیشہ کی زندگی بھی اسی کے لئے ہے۔ اور آج سائنس نے بھی بتایا ہے کہ اس تمام کائنات کی ایک عمر ہے خواہ وہ کتنی بھی لمبی ہو یعنی کبھی وہ شروع ہوئی اور کبھی ختم بھی ہو جائے گی۔ اور یہی حال اس کائنات کی ہر چیز کا بھی ہے کہ جس میں تمام جاندار اور خود انسان بھی شامل ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کبھی بالکل نہ تھا اور کبھی پھر مر کر ختم ہو جائے گا۔ حیّ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ نہ صرف خود حیّ ہے بلکہ دوسروں کو زندگی بھی وہی بخشتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہم میں

سے ہر ایک نے زندگی پائی۔ کس سے؟ ظاہر ہے کہ ہمارے پیدا کرنے والے سے۔اور چونکہ حیّ کے دوسرے معنی ہمیشہ زندہ رہنے والے کے ہیں تو جو انسان اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے گا۔ وہی ابدی زندگی کو بھی پالے گا کیونکہ ابدی زندگی صرف وہی دے سکتا ہے۔ حیّ کے معنی جیسا کہ میں بتا آیا ہوں نہ صرف خود ہمیشہ زندگی والے کے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی زندگی بخشنے والے کے ہیں۔ ہر انسان کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ کبھی نہ مرے۔ تو فرمایا کہ ہمیشہ کی زندگی چاہتے ہو تو وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ بخش سکتا ہے۔ قیوم کے معنی یہ ہیں کہ جو نہ صرف اپنی ذات سے ہمیشہ سے قائم ہے بلکہ دوسری کو قیام بھی وہی بخشتا ہے۔ اب انسان کی ہمیشہ زندہ رہنے کی خواہش کے بعد دوسری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ انسان قائم رہے، کھڑا رہے، چلتا پھرتا رہے، اچھی صحت میں رہے، یعنی زندگی ہو تو اچھی صحت کی ہو۔ سو وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ بخش سکتا ہے۔ جس کا وعدہ یعنی ہمیشہ کی زندگی اور صحت کا اس نے اگلے گھر کے لئے کیا ہے جہاں انسان نے ہمیشہ رہنا ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ آج سائنس بھی اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اس تمام کائنات کو قیام اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سی کتابوں میں سے آسان اور عام فہم کتابیں The Mysterious Universe by Sir James Jeans (''دی مسٹریس یونیورس'' مصنفہ سر جیمز جینز) اور کتاب The Universe and Dr. Einstein by Lincoln Barenett (''دی یونیورس اینڈ ڈاکٹر آئن سٹائن'' مصنفہ لنکن بارنٹ) ہیں۔ جیسا کہ سر جیمز جینز نے لکھا ہے:

The Universe exists because it exists in a Universal Mind یعنی اگر اس کائنات کو قیام ہے تو وہ اس لئے کہ وہ اس تمام کائنات کے چلانے والے قلب (یعنی اللہ تعالیٰ) کے ارادہ سے قائم ہے۔

سو وہ خدا ہی کیا جو حیّ و قیوم نہ ہو۔ یعنی نہ تو ہمیشہ سے زندہ تھا بلکہ ہماری طرح پیدا ہوا اور پھر ہماری طرح مر بھی گیا۔ نہ اس نے دوسروں کو زندگی بخشی، نہ دوسروں کو قیام بخشا اور نہ اسے خود قیام تھا۔ اس کے برعکس کیا زبردست اور دل موہ لینے والا تصور قرآن نے اللہ تعالیٰ کا بخشا ہے کہ اس کے سوا کوئی اور تصور اس سائنس اور عقل کے زمانہ میں قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

پھر فرمایا لا تاخذہ سنة و لا نوم ''نہ اس پر اُونگھ غالب آتی ہے نہ نیند''۔ اُونگھ عارضی غفلت پیدا کرتی ہے اور نیند کافی مدت کے لئے۔ یہ تصور بھی آج سائنس کے ذریعہ مسلم ہو گیا کیونکہ اگر اس کائنات کو قیام صرف اس لئے ہے کہ وہ تمام کائنات پر محیط قلبِ الٰہی کے اندر قائم ہے تو اگر خدا اُونگھ جائے یا سو جائے تو یہ کائنات تو اسی سیکنڈ میں ختم ہو جائے۔ جن لوگوں نے اپنے پیغمبروں کو خدا بنا لیا وہ اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ پیغمبر اُونگھتے بھی تھے اور سوتے بھی تھے۔ اسی لئے پجاری گھنٹی بجا کر انہیں جگا کر پرارتھنا کرتا ہے۔ تو وہ پیغمبر یا بُت اگر خدا ہوتے تو یہ کائنات تو ایک لمحہ میں ختم ہو جاتی۔ اور وہ خدا جو اُونگھ جائے یا سو جائے وہ ہماری ہر آن حفاظت کس طرح کر سکتا ہے؟ جیسا کہ میں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی عبارت پچھلے درس میں سنائی تھی کہ انسان جب سوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جاگتا، اُن کے دشمنوں اور خطرات کو دیکھتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے بشرطیکہ وہ انسان خدا کے بندے بنیں۔

پھر فرمایا: لہ ما فی السموات و ما فی الارض ''اللہ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے'' آسمانوں کے معنی عام طور پر یہ ظاہری مادی آسمان لئے جاتے ہیں جن کا پتہ سائنس دن بدن نکال رہی ہے۔ چلیں ایک منٹ کے لئے یہی معنی لے لیتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ جو کچھ اس کائنات میں ہے وہ اس کے پیدا کرنے والے کا ہے۔ انسان تو خالی ہاتھ اس دنیا میں آتا اور خالی ہاتھ چلا جاتا ہے۔ مگر آسمانوں کے بہتر معنی وہ آسمان ہیں جن میں انسان کی اگلی زندگیاں ہیں۔ اور بموجب قرآن و حدیث وہ سات ہیں جن میں انسان کی ابدی زندگی اور ابدی ترقیات جاری رہیں گی۔ یہ معنی لے کر اب اس آیت کے الفاظ کو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تو اس کے معنی یہ بنے کہ اگر تم اس زمینی زندگی میں کچھ چاہتے ہو تو وہ بھی اللہ ہی دے سکتا ہے جس کا اس زمین میں سب کچھ ہے کیونکہ اسی نے اس سب کچھ کو پیدا کیا۔ اور آسمانوں یعنی اگلی زندگیوں میں بھی جو کچھ ہے وہ اس کا ہے کیونکہ اسی نے وہاں سب کچھ تمہارے لئے بنایا ہے اور وہی تمہیں دے سکے گا۔ اس لئے اس دنیا کی زندگی میں اور مرنے کے بعد اگلی زندگی میں انسان کا کل انحصار اللہ تعالیٰ

کی ذات بابرکات پہ ہی ہے۔ دوسرے انسانوں نے یا اُن انسانوں نے جنہیں خدا بنالیا گیا۔ کیا دینا ہے جبکہ وہ خود ہر چیز کے لئے محتاج تھے۔

پھر فرمایا **من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ** وہ کون ہے جو اس کے پاس شفاعت کر سکے سوائے اس کے اجازت کے؟ شفاعت کے مضمون پہ میں پچھلے درسوں میں روشنی ڈال چکا ہوں۔ بدقسمتی سے یہ عام خیال ہے کہ فلاں، فلاں ہماری شفاعت کر کے ہمیں بچائے گا اور اسی لئے پیغمبروں کو بھی پوجا جاتا ہے اور ولیوں، پیروں، فقیروں کی قبروں کو بھی۔ مذہب عیسائیت کی بنیاد ہی ہے۔ حضرت مسیح کے انسانوں اور خدا کے درمیان شفیع ہونے پر۔ تو شرک کی بنا اس شفاعت کے مسئلہ کو غلط سمجھنے پہ ہیں۔ جیسا کہ میں بتا آیا ہوں اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ شفاعت کی اجازت بھی دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے اس کی فرمانبرداری کر کے اسے راضی کرو نہ کہ اس کے شریک بنا کر اسے ناراض کرو۔ اگر کوئی شخص کسی نبی کی پوری اطاعت کر کے اس سے تعلق رکھتا ہوگا (شفع کے معنی جوڑ یعنی تعلق کے ہیں) اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو باوجود اس کی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے بخشنا چاہے گا تو وہ اس نبی کی عزت افزائی کے لئے اس سے پوچھے گا کہ کیا تم اس کے بارہ میں کوئی شفاعت کرنا چاہتے ہو تو ہی اس نبی کو اجازت ہوگی کہ وہ سفارش کر سکے ورنہ نہیں۔ اسی طرح جو شخص اپنی نیکیوں کی وجہ سے مومنوں یا فرشتوں سے تعلق یا جوڑ رکھتا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو باوجود اس کی بعض کمزوریوں یا نقصوں کے بخشنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ ان مومنوں یا فرشتوں کی عزت افزائی کے لئے ان کو اجازت دے گا کہ وہ اس کے بارہ میں سفارش کر سکیں۔ بغیر اجازت کے اگر کوئی سفارش کرتا ہے، جیسا کہ دنیا کا طریق ہے تو اول تو سفارش کرنے والا جس کے پاس سفارش کی جائے اس پر کوئی حق یا دباؤ رکھتا ہے جس کی بناء پر وہ سفارش کی جرات کرتا ہے۔ دوئم ایسی سفارش میں مخفی یہ امر ہوتا ہے کہ اگر میری بات نہ مانی گئی تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے ساری عمر سرکاری عہدوں پر رہ کر دیکھا ہے کہ اگر میں نے کسی کی سفارش نہیں مانی تو وہ اگر ظاہر میں نہیں تو دل میں ضرور مجھ سے ناراض ہوا کہ میں نے اس کی بات کی پرواہ نہ کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پہ نہ کسی کا حق یا نعوذ باللہ دباؤ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی بنا پر بغیر اللہ تعالیٰ کے اذن کے سفارش کر سکے اور نہ کوئی ایسی جرات یا گستاخی کر سکتا ہے کہ اگر میری سفارش نہ مانی گئی تو مجھے بُرا لگے گا یا اس سے میرے ناراض ہو جانے کا امکان ہے۔

آیت الکرسی کے اگلے الفاظ میں ایک اور وجہ بتائی کہ کیوں اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہ ہو سکے گی اور وہ الفاظ یہ ہیں **یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم** وہی جانتا ہے کہ جو ان کے آگے ہے یا ان کے پیچھے ہے۔ یعنی انسان کے اگلے اور پچھلے حالات کا پورا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے کسی اور کو نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ فرما سکتا ہے کہ وہ انسان بخشنے کے قابل ہے یا نہیں۔ انسانوں نے جو کچھ کیا وہ کن حالات میں کس نیت سے کیا یا آئندہ انسان کیا کرے گا وہ علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہو سکتا ہے کسی اور کو نہیں۔ اس لئے اگلے الفاظ کیا عمدہ آئے ہیں **ولا یحیطون بشی ءِ من علمه الا بما شاء** یعنی دوسرے اسکے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اس کے وہ چاہے۔ انسانوں کو جو علم ہوتا ہے خواہ وہ اس دنیا کا ہو یا اگلے جہانوں کا، خواہ وہ انسان کے ظاہر کا ہو یا باطن کا، وہ صرف اتنا ہوتا ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو فرمایا کہ اپنے ناقص علموں پر اللہ تعالیٰ کے علم کا اندازہ مت لگاؤ۔ ماضی یا حال کا علم جو انسانوں کو ہوتا ہے وہ بھی نامکمل اور ناقص ہوتا ہے جیسا کہ تاریخ دان یا سائنس دان جانتے ہیں تبھی تو سائنس کے علوم کبھی ختم نہیں ہونے پاتے اور دن بدن نئے سے نئے انکشافات ہو کر پچھلے علم ناقص اور نامکمل اور بعض وقت غلط ثابت ہوتے ہیں۔ مگر کل کا علم یا علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ہاں وہ اس علم غیب کا ثبوت یوں دیتا ہے کہ اپنے رسولوں یا نیک بندوں کو پہلے سے بتا دیتا ہے یا اس نے قرآن کریم کو تو علم غیب سے بھر دیا ہے جو آج چودہ سو سال بعد پورا ہو رہا ہے اور ابھی خدا جانے کتنا اور پورا ہوگا۔ عجیب بات یہ ہے کہ آج سائنس نے بھی اللہ تعالیٰ کے علم غیب کو تسلیم کیا ہے مگر یہ بہت بڑا مضمون ہے جو کسی اور موقعہ پر میں انشاء اللہ سائنس دانوں کی زبانی سناؤں گا مگر ہمیں سائنسدانوں کی تصدیق کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم میں جو لا انتہا علم غیب موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہزار ہا پیشگوئیوں میں جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر کیں اور دوسرے اولیاء اللہ اور مجددین کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب سے خبریں دیں اور وہ پوری ہوگئیں۔ یہ ہمارے لئے کافی ثبوت ہے۔

وسع کرسیه السموات والارض ۔اللہ کی حکومت یا اللہ کا علم آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔کرسی کا لفظ عام طور پر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس پر انسان بیٹھتا ہے۔بغیر تفصیل میں جائے ہوئے کہ اس کا وقت نہیں میں نے بتایا ہے کہ کرسی کے دونوں معنی علم یا حکومت کے ہیں۔اور دونوں صحیح ہیں۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ،خواہ وہ مادی آسمان ہوں یا اگلے عالم کے آسمان، پیدا کیا ہے اس لئے اس کا علم اور اس کی حکومت آسمانوں اور زمین دونوں پر حاوی ہے۔علم کے ساتھ حکومت ملتی ہے۔ مثلاً انسان کا سائنس کا علم جوں جوں بڑھتا ہے انسان اس کائنات پر زیادہ سے زیادہ حکومت کرنے لگا ہے تو اللہ تعالیٰ جو زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے ظاہر ہے کہ اس کا علم اور اس کی حکومت نہ صرف اس جہان پر ہے بلکہ اگلے جہانوں پر بھی ہے تو انسان اس زندگی میں اور اگلی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کی حکومت سے باہر نہیں ہوگا اس کو ناراض کر کے جائے گا کہاں؟ اس دنیا کا فائدہ چاہتے ہو یا اگلی زندگیوں کا تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرو۔اور وہ اس کی فرمانبرداری میں ہے۔

ولا یئوده حفظهما آسمانوں اور زمین کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں۔ انسانوں کی طرح اگر وہ تھک جائے تو زمین و آسمان ختم ہو جائیں۔یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں اور آخرت میں اپنی حفاظت چاہتے ہو تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جانے سے ہے ورنہ نہیں۔

وھو العلی العظیم ۔ علیّ کے معنی ہیں اپنی حفاظت اور خوبیوں کی وجہ سے اعلیٰ اور بلند اور عظیم کے معنی ہیں ظاہری بڑائی یا اپنی حکومت یا طاقت کی وجہ سے عظیم۔ **علیّ** کو پہلے رکھا کہ صفات اور خوبیوں سے اصل بلندی ہے۔چنانچہ انبیاء اور اولیاء جو خدائی صفات اپنے اندر پیدا کرتے ہیں وہ، وہ عزت پاتے ہیں جو ظاہری بادشاہ یا حاکم نہیں پاتے اگرچہ ظاہری حکومت یا دبدبہ کی وجہ سے بھی لوگوں کو عزت ملتی تو فرمایا کہ تم اپنے اندر اخلاقی بلندی پیدا کرو تو ہی ظاہری عظمت بھی تمہارے لئے باعث عزت ہوگی ورنہ نہیں۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ظاہری حاکم شروع شروع میں اپنے عہدے کی وجہ سے عزت پا کر پھر اپنی اخلاقی اور باطنی برائیوں کی وجہ سے ذلیل ہو جاتے ہیں۔**العلی العظیم** کے الفاظ کی ترتیب میں یہ بھی فرمایا کہ تم اپنے اخلاقی اور باطن کو صحیح کرو تو ظاہری اور دنیاوی بڑائی بھی اللہ تعالیٰ تمہیں دے گا۔

اطلاع برائے احبابِ جماعت

تمام احبابِ جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مرکزی انجمن میں ایک ”ٹیکنیکل میڈیا اسسٹنٹ“ (Technical Media Assistant) کی ضرورت ہے۔خواستگار کو مندرجہ ذیل قابلیت کا حامل ہونا چاہیے:

بی ایس سی (BSc)/بی سی ایس (BCS) (بی سی ایس کو ترجیح دی جائے گی) ، یا انٹرمیڈیٹ معہ ڈپلومہ الیکٹرونکس / کمپیوٹر۔آڈیو / ویڈیو ایڈیٹنگ (audio/video editing) کے سافٹ وئیر مثلاً Sony Soundforge, Adobe Premier, Video Studio وغیرہ میں کام کا اچھا تجربہ۔کمپیوٹر کی نیٹ ورک ماحول میں استعمال میں مہارت۔ویڈیو اور سٹل کیمرہ کے استعمال میں مہارت۔آڈیو ریکارڈرز/ مکسرز/ ایقولائزر کے استعمال میں مہارت۔آڈیو اور ویڈیو کو انالاگ (analogue) سے ڈیجیٹل (digital) اور ڈیجیٹل سے انالاگ میں تبدیل کرنے کا اچھا تجربہ۔آڈیو اور ویڈیو سی ڈی اور ڈی وی ڈی بنانے میں مہارت اور آڈیو ویڈیو کے مختلف فارمیٹس سے اچھی واقفیت۔انگریزی میں یوزر مینوئل (User Mannual) یا ہیلپ فائیل (Help File) سے ہدایات سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی قابلیت۔ انٹرنیٹ پر مطلوبہ مواد کی تلاش کا تجربہ اور اس مواد کو ضرورت کے مطابق استعمال کرنے کی صلاحیت۔اُردو اور انگریزی میں ٹائپنگ کی مہارت۔آڈیو/ویڈیو کی انٹرنیٹ کی ذریعہ برائے راست نشر کرنے کی صلاحیت۔

اس شعبہ میں تجربہ رکھنے والے امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔

احبابِ جماعت میں سے جو امیدوار درج بالا شرائط پوری کرتے ہوں اور وہ اس کے خواہشمند ہوں وہ اپنی درخواستیں زیر دستخطی کو اس اطلاح کے شائع ہونے کے پندرہ (15) یوم تک جمع کرواسکتے ہیں۔

جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

جماعتی خبریں

تقریب یوم آزادی پاکستان

مرکزی انجمن کے زیر اہتمام مورخہ 14 اگست 2014ء بروز جمعرات بوقت 8:00 بجے صبح جامع دارالسلام کے سامنے یوم آزادی کے حوالے سے ایک تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں احباب جماعت کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے پرچم کشائی کی۔

اس موقع پر شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے ایک پروگرام کا اہتمام بھی کیا جس میں شبان اور بنات الاحمدیہ نے یوم آزادی کے حوالے سے تقاریر کر کے تمام احباب کو پیغامات پہنچائے۔ بچوں نے قومی ترانہ اور ملی نغمے بھی پڑھ کر سنائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر اپنے اختتامی کلمات میں تمام احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان اس وقت جن مشکل حالات سے گذر رہا ہے اس کے لئے تمام احباب جماعت اپنی پنج وقتہ نمازوں کے ساتھ 40 دن تک نماز تہجد کا بھی قیام فرمائیں اور ملک و قوم کو درپیش حالات سے نجات کے لئے دعائیں کریں۔

تقریب کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

اعزاز

حکومتِ ایران کی امام رضا انٹرنیشنل فاؤنڈیشن برائے ثقافت و آرٹس نے مدیحہ رسول صاحبہ کو اُن کی شعبہ واٹر کلر پینٹنگ میں کی گئی خدمات کے اعتراف میں ایران میں 3 تا 11 ستمبر 2014ء مشہد میں ہونے والے امام رضا کے یومِ ولادت کے جشن کے بارھویں رضاوی ثقافت کی بین الاقوامی نمائندہ کی حیثیت سے سلسلہ کی اختتامی تقریبات میں شرکت کی دعوت دی ہے۔ تقریبات میں دنیا بھر سے نامور مصور، معززین، اعلیٰ ایرانی حکام کے علاوہ ایران کے صدرِ مملکت جناب روحانی بھی شرکت کریں گے۔

9 روزہ دورہ کے دوران مختلف سرکاری و غیر سرکاری تقریبات میں شمولیت کے علاوہ مشہد میں امام رضا، قُم میں امام خمینی کے مزارات پر حاضری بھی پروگرام کا حصہ ہے۔

7 ستمبر 8 غیر ایرانی مندوبین (پاکستان سے صرف مدیحہ رسول صاحبہ کو مدعو کیا گیا ہے) کے اعزاز میں منتظمین رضاوی فاؤنڈیشن کی طرف سے ایک خصوصی تقریب کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جس میں ہر مندوب اپنے تاثرات بیان کرے گا۔

اس موقع پر مدیحہ رسول صاحبہ کی والدہ محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ نے بطور صدقہ و شکرانہ مبلغ پانچ ہزار (-/5,000) روپے خزانہ انجمن میں جمع کرائے ہیں اور دعا کے لئے درخواست کی ہے۔

لیزر سکول (LASER)

مرکزی انجمن نے لیزر سکول کے زیر اہتمام **"حفظ قرآن کریم"** کا شعبہ قائم کیا ہے۔ جماعت کے تمام طلباء جو حفظ کی اس سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ زیر دستخطی کو مطلع فرمائیں۔

تمام طلباء کا طعام و قیام انجمن کے ذمہ ہوگا۔

جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن لاہور

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

منزل عشق

از: ملک بشیر اللہ خان راسخ

مسند پہ جو بیٹھے صاحب دستار نظر آتے ہیں — نہ کوئی مرد خدا نہ صاحب اِسرار نظر آتے ہیں

تا عمر ڈھونڈتا رہا منزل میں عشق کی — جنیدؒ نہ شبلیؒ نہ عطارؒ نظر آتے ہیں

عجب خامشی چھائی ہے صحن قالب پر — دِل کی بربادی کے آثار نظر آتے ہیں

مجھ کو گرنا ہے تو اپنے ہی قدموں پہ گروں — خودی ے یہی نقش و نگار نظر آتے ہیں

دستِ قاتل کو ندامت تھی کہ گردن نہ جھکی — منصورؒ لٹکے ہوئے سر دار نظر آتے ہیں

داستاں لکھوں گا کیا شہروں کی میں — اُجڑے ہوئے سب در و دیوار نظر آتے ہیں

خوست کے بازار میں اِک شور ہے بپا — لہو سے تر تیرے لب و رُخسار نظر آتے ہیں

یہ کس شعلہ بیان نے شعلوں پہ زبان رکھ دی

ہر لفظ سے نکلتے ہوئے انگار نظر آتے ہیں

تسخیرِ کائنات میں کہیں کھو گیا انسان

از: عامر عزیز الازہری

زبان بندی سے چھپ نہیں سکتی صداقتِ یار

نفرت آگ لگا سکتی ہے پھیلا سکتی نہیں الفت و پیار

ارے پیارو کبھی ظلمتِ شب کو بھی ہے دوام

خزاں کے پتوں کا جھڑنا ہے پیغامِ آمدِ بہار

دیکھا کبھی لہو بشر کا جانا رایئگاں سر بسر

دلِ مضطرب ہے منتظر کب پڑے پھوارِ خوشگوار

خارِ راہِ حق کب خارِ مغیلاں ہوتے ہیں

انا الحق کی صدا مٹا دیتی ہے حدِ ملک و دیار

تسخیر کائنات میں کہیں کھو گیا انسان

جیفۂ دنیا کی خاطر گنوا دیا اپنا قرار

عزیزؔ ہم تو سمجھتے تھے کہ فقط تعمیر میں ہے عظمت

کبھی تباہ ہو کے دیکھ کیا لطف ہے اندر دمار